ہفت روزہ
18
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
6تا12مئی2014ء/5تا11رجب المرجب1435ھ

اس شمارے میں

کارلوٹا گال کی دہائی

اسلام میں خیرِ اعلیٰ کا تصور

تحفظ عوام آرڈیننس

موئن جوڈرو: ایک عذاب زدہ بستی

آئی ایس آئی پر وار۔ ایک تیر سے کئی شکار

دعوتِ دین اور داعی کا طرزِ عمل

حامد میر پر قاتلانہ حملہ اور ہمارا میڈیا

وزیراعظم نواز شریف کے نام کھلا خط

کلامِ اقبال

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

آج کی — مغرب کی بالادستی — کا راز
مشہور زمانہ کتاب 'تہذیبوں کا تصادم' کے مصنف
سیموئل پی ہنٹنگٹن — کا اعتراف

(ترجمہ و تلخیص عبدالمجید طاہر، باب 2، صفحہ 46,42)

"—1500ء سے 1750ء کے درمیانی عرصے میں پہلی عالمی سلطنت کو قائم کرنے میں مغرب والوں کی کامیابی کا دارومدار ان کی جنگی استعداد میں اضافہ پر تھا، جس کو فوجی انقلاب کا نام دیا گیا ہے۔

مغرب نے دُنیا کو اپنے نظریات یا اقتدار یا مذہب میں برتری کی وجہ سے فتح نہیں کیا تھا، بلکہ اس وجہ سے فتح کیا کہ منظم تشدد کرنے میں اس کو برتری حاصل تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو مغرب کے لوگ تو بھول جاتے ہیں لیکن غیر مغربی لوگ فراموش نہیں کر سکتے....."

"ہر تہذیب خود کو دُنیا کا مرکز تصور کرتی ہے اور اپنی تاریخ کو انسانی تاریخ کے مرکزی ڈرامے کی طرح تحریر کرتی ہے۔ یہ قول دوسری تہذیبوں کے برعکس مغرب پر زیادہ صادق آتا ہے۔ تاہم اس انداز کے ایک تہذیب کی برتری والے تصورات کی جگہ کثیر تہذیبی تصورات رواج پا رہے ہیں۔ تہذیبوں کے سکالرز نے بہت پہلے اس حقیقت کو بھانپ لیا تھا اور ٹائن بی جیسے عظیم مؤرخوں نے مغرب کی تنگ نظری پر تنقید کی تھی، تاہم بیسویں صدی کے آخری سالوں میں تنگ نظری پر استوار اس تصور کو فروغ ہوا کہ مغرب کی تہذیب اب دُنیا کی آفاقی تہذیب ہے۔"

الھدیٰ (610)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سیدھا راستہ

سورۃُ النّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 8 تا 11

وَّالۡخَیۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِیۡرَ لِتَرۡکَبُوۡہَا وَزِیۡنَۃً ؕ وَیَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸﴾ وَعَلَی اللّٰہِ قَصۡدُ
السَّبِیۡلِ وَمِنۡہَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ لَہَدٰىکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۹﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
لَّکُمۡ مِّنۡہُ شَرَابٌ وَّمِنۡہُ شَجَرٌ فِیۡہِ تُسِیۡمُوۡنَ ﴿۱۰﴾ یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالنَّخِیۡلَ
وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾

آیت ۸ ﴿وَّالۡخَیۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِیۡرَ لِتَرۡکَبُوۡہَا وَزِیۡنَۃً ؕ﴾ ’’اور (اسی نے پیدا کیے) گھوڑے اور خچر اور گدھے‘ کہ تم ان پر سواری کرو اور (تمہارے لیے ہے اُن میں) زینت بھی۔‘‘

ان مویشیوں سے انسان کو بہت سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں اور یہ اس کے لیے باعثِ زیب و زینت بھی ہیں۔ خصوصی طور پر گھوڑا بہت حسین اور قیمتی جانور ہے اور اس کا مالک اسے اپنے لیے باعثِ فخر و تمکنت سمجھتا ہے۔

﴿وَیَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸﴾﴾ ’’اور (ایسی چیزیں بھی) وہ پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم ہی نہیں۔‘‘

یعنی یہ تو چند وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں تم لوگ جانتے ہو‘ مگر اللہ تعالیٰ تو بے شمار ایسی چیزیں بھی تخلیق فرماتا ہے جن کے بارے میں تمہیں کچھ بھی علم نہیں۔

آیت ۹ ﴿وَعَلَی اللّٰہِ قَصۡدُ السَّبِیۡلِ وَمِنۡہَا جَآئِرٌ ؕ﴾ ’’اور اللہ تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے اور ان میں کچھ ٹیڑھے بھی ہیں۔‘‘

یہ سیدھا راستہ توحید کا راستہ ہے۔ یہاں اس راستے کو ’’قصد السبیل‘‘ کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن میں اسے صراطِ مستقیم بھی کہا گیا ہے اور سوآء السبیل بھی۔ یہی ایک راستہ ہے جو انسان کو اللہ تک پہنچاتا ہے‘ مگر بہت سے لوگ اس راستے سے بھٹک کر ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر مڑ جاتے ہیں جو انہیں گمراہی کے گڑھوں میں گرا دیتی ہیں۔

﴿وَلَوۡ شَآءَ لَہَدٰىکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۹﴾﴾ ’’اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔‘‘

اللہ اگر چاہتا تو سب انسانوں کو اسی ایک سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق اور سمجھ بوجھ دے دیتا۔

آیت ۱۰ ﴿ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمۡ مِّنۡہُ شَرَابٌ وَّمِنۡہُ شَجَرٌ فِیۡہِ تُسِیۡمُوۡنَ ﴿۱۰﴾﴾ ’’وہی ہے جس نے اتارا ہے آسمان سے تمہارے لیے پانی‘ اسی سے ہے (تمہارا) پینا اور اسی سے ہیں درخت (نباتات وغیرہ)‘ جن میں تم (اپنے جانوروں کو) چراتے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہی بارش اور برف کی صورت میں بادلوں سے پانی برساتا ہے جس پر انسانی زندگی کا براہِ راست انحصار ہے اور پھر یہی پانی بے شمار نباتاتی اور حیوانی مخلوقات کو زندگی بخشتا ہے جو انسان ہی کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔

آیت ۱۱ ﴿یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالنَّخِیۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ﴾ ’’وہ اُگاتا ہے تمہارے لیے اس (پانی) سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل۔‘‘

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾﴾ ’’یقیناً اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی شانِ خلاّقی کے بے شمار انداز ہیں‘ اس کی تخلیق میں لامحدود تنوع‘ بوقلمونی اور رنگا رنگی ہے۔

فرمان نبویؐ

قومی عزت و آبرو کا انحصار

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمۡ خِیَارَکُمۡ وَاَغۡنِیَاءُ کُمۡ سُمَحَاءَ کُمۡ وَاُمُوۡرُکُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَکُمۡ فَظَہۡرُ الۡاَرۡضِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ مِنۡ بَطۡنِہَا‘ وَاِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمۡ شِرَارَکُمۡ وَاَغۡنِیَآءُ کُمۡ بُخَلَاءَ کُمۡ وَاُمُوۡرُکُمۡ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ فَبَطۡنُ الۡاَرۡضِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ مِنۡ ظَہۡرِہَا))

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ’’جب نیک اور لائق اشخاص تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے مال دار لوگ محسن اور فیاض ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات باہم صلاح و مشورے سے طے ہوا کریں تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے اوپر حکومت کرنے لگیں اور تمہارے مال دار کنجوس اور بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
6 تا 12 مئی 2014ء جلد 23
5 تا 11 رجب المرجب 1435ء شمارہ 18
مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کارلوٹا گال کی دہائی

کارلوٹا گال کی کتاب Wrong Enemy ''غلط دشمن'' امریکا کے تھنک ٹینکس میں بڑی پذیرائی حاصل کر رہی ہے۔ جس میں مصنفہ نے صاف صاف لکھا ہے کہ امریکا اور دوسری مہذب دنیا نے جنگ کے لیے غلط دشمن کا انتخاب کیا ہے۔ افغانستان سے جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، حقیقت میں پاکستان کے خلاف جنگ کرنا ہم پر لازم تھا۔ مصنفہ نے اپنے موقف کے حق میں کیا دلائل دیے، ابھی اس کی تفصیل میڈیا میں نہیں آسکی، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جاننا مشکل نہیں ہے کہ مصنفہ پاکستان پر جنگ مسلط کرنا مغرب کے نقطہ نظر سے کیونکر ناگزیر سمجھتی ہے۔ حقیقت میں ایک اسلامی ریاست کا ایٹمی قوت ہونا مغرب کے پیٹ میں مسلسل مروڑ اٹھنے کا باعث بن رہا ہے۔ ہماری رائے میں جس طرح ہندو اور انگریز کی شدید مخالفت کے باوجود پاکستان کا قیام ایک معجزہ سے کم نہیں، اسی طرح ایک ایسا اسلامی ملک جو پہلے دن سے سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو، جس کی معیشت اپنے ہی محافظوں کے ہاتھوں لٹ چکی ہو، جو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ایک پسماندہ ملک کے طور پر جانا جاتا ہو اُس کا ایٹمی قوت بن جانا اور ایٹم بردار میزائل تیار کر لینا یقیناً قیامِ پاکستان سے بھی بڑا معجزہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ امریکا، اُس کے یورپی اور دوسرے اتحادی اس معاملے میں غافل رہے اور انہوں نے اس حوالہ سے پاکستان کے راستے میں روڑے نہ اٹکائے ہوں۔ دشمنانِ پاکستان اور اسلام نے ہر ممکن کوشش کی کہ پاکستان ایٹمی قوت نہ بن سکے، لیکن اللہ رب العزت پاکستان کو ایٹمی پاکستان بنانے کے لیے کس طرح راستے بناتا رہا، اس کے لیے آئیے اس خطے کی ماضی قریب کی سیاسی تاریخ پر ایک نگاہ بازگشت ڈالیں۔

جب پاکستان کا ایٹم پروسس میں تھا تو سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا۔ امریکا نے حالتِ مجبوری میں پاکستان کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ اسی دوران پاکستان ایٹم سازی میں ریڈ لائن کراس کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ امریکا کے سب علم میں تھا لیکن وہ افغانستان کے حالات کی وجہ سے مجبور تھا اور پاکستان کے ہاتھ نہ روک سکا۔ یہ ضیاء الحق کا دور تھا جب پاکستان نے لیبارٹری کولڈ ٹیسٹ کیا اور پھر نواز شریف نے 1998ء میں بھارتی ایٹمی دھماکے کے جواب میں ایٹمی دھماکہ کیا۔ ہم اپنے ماضی اور حال کے حکمرانوں کو شدید ترین نکتہ چینی اور تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ یہ تنقید ٹھوس بنیادوں پر ہوتی تھی لیکن ہم بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ اگر کوئی حکمران ننانوے غلط اور برے کام انجام دیتا ہے اور ایک بھی اچھا کام کرتا ہے تو جہاں ان ننانوے کاموں پر شدید تنقید کریں وہاں کوشش کریں کہ اس ایک اچھے کام کی تعریف بھی کر دیں جو انہوں نے کیا ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہی دیانت دارانہ صحافت کا تقاضا ہے۔ آج ہمارا بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم مکمل دشمنی یا مکمل دوستی میں ڈوب کر جس عدل کا دوسروں سے تقاضا کر رہے ہوتے ہیں، خود اس کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کو ایٹمی اسلحہ سے مسلح کرنے کے حوالہ سے ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، غلام اسحاق خان، نواز شریف اور بے نظیر سب نے مثبت اور جرأت مندانہ رول ادا کیا۔ اس پر انہیں خراجِ تحسین پیش نہ کرنا خیانت اور بخیلی ہوگی۔

بہرحال پاکستان ایٹمی قوت بن گیا لیکن دشمنانِ اسلام نے جب ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت نائن الیون کا ڈرامہ رچایا اور افغانستان پر حملہ آور ہوا تو اس ایٹمی پاکستان کے فوجی حکمران نے ان اسلام دشمن قوتوں کے سامنے مکمل طور پر سرنڈر کر دیا۔ جب اس طاغوتی قوت نے للکار کر کہا کہ فیصلہ کرو تم ہمارے ساتھ ہو یا

نہیں، اگر تم ہمارے ساتھ نہیں تو ہم سمجھیں گے کہ تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہو، تب ہم تمہیں پتھر کے دور میں دھکیل دیں گے۔ اس پر ہمارا جرنیل جو دن رات کہتا تھا کہ میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں، طاغوت کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ وہ فراموش کر بیٹھا کہ پاکستان ایٹمی قوت کا حامل ہے۔ امریکا کے سابق صدر بش نے پاکستان کو دھمکی دیتے ہوئے الفاظ جو بھی الفاظ استعمال کیے ہوں، بعد کے حالات بتاتے ہیں کہ نیت اور ارادہ یہ تھا کہ اس نے پاکستان سے پوچھا تھا، فوری مرنا پسند کرو گے یا سسک سسک کر اور ذلیل وخوار کر کے تمہیں موت کے منہ میں دھکیلا جائے۔ ایک بزدل انسان نے فوری اور باعزت موت پر سسک سسک کر مرنے اور ذلیل وخوار ہونے کو ترجیح دی۔ یعنی گیدڑ کی سو سالہ زندگی اس کی چوائس تھی۔ یہاں یہ وضاحت ازحد ضروری ہے کہ ایٹمی پاکستان پر جنگ مسلط کر کے اسے مکمل طور پر تباہ و برباد کر دینا اتنا آسان بھی نہیں تھا۔

ہم نے بات کا آغاز کیا تھا کارلوٹا گال کی کتاب سے، جس میں اس نے اپنی حکومت سے کہا ہے کہ اس نے افغانستان سے جنگ چھیڑ کر غلطی کی ہے، اسے پاکستان پر حملہ آور ہونا چاہیے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا دشمن چالاک اور عیار بھی ہے اور اس کے تمام طبقات اور ادارے ہمیں تباہ و برباد کرنے پر متفق اور ہم خیال بھی ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اسی کارلوٹا گال سے اگر 2001ء میں نائن الیون کے فوری بعد یہ پوچھا جاتا کہ امریکا کو کیا کرنا چاہیے تو وہ وہی کچھ تجویز کرتی جو جارج بش نے اس وقت کیا تھا یعنی افغانستان پر حملہ اور پاکستان کو دھمکیوں سے زیر کرنا۔ اب چونکہ امریکا کو افغانستان میں شکست کا سامنا ہے، لہٰذا عسکری سطح پر شکست تسلیم کرنے کی بجائے اپنی سیاسی غلطی کی نشاندہی کی جا رہی ہے، تاکہ امریکا جیسی سپریم پاور کی عسکری قوت کی شکست کا تاثر ختم کیا جا سکے اور انہیں چونکہ یقین ہے کہ جس شجاعت اور دلیری کے شاندار کارنامے جنگجو افغانیوں نے سرانجام دیے ہیں آرام پرست اور مغربی تہذیب کے دلدادہ پاکستانی ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے اور پاکستان پر حملہ نائن الیون کا حوالہ ہی دے کر کیا اور یہ عذر تراشا جائے کہ اس وقت ہم سے دشمن کے انتخاب میں غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ اصل میں تو نشانہ پاکستان کو بنانا چاہیے تھا اور نائن الیون کے حوالے سے اس بار پاکستان کے خلاف جذبات ابھارے جائیں۔ اس سے امریکی عوام کی حمایت بھی حاصل ہو جائے گی اور حکومتِ امریکا ایک ایسے اسلامی ملک کو ختم کر سکے گی، جس کی ایٹمی صلاحیت اسرائیل کی سلامتی کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے۔

ہم نے یہ ساری تفصیل اس لیے عرض کی ہے تاکہ قارئین جان سکیں کہ دشمن کی تیاریاں اور منصوبہ بندی کیا ہے۔ ہم خود پر نظر ڈالیں تو انتشار اور افتراق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ فوج بڑی دلیری اور شجاعت سے کام لیتے ہوئے اپنے ہی قبائلی بھائیوں کو بمباری کا نشانہ بنا رہی ہے۔ تحریک طالبان فوجیوں اور سکیورٹی اداروں کے اہلکاروں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ساری دنیا کا میڈیا اپنی اپنی فوج کا مورال بلند اور امیج بہتر بنانے میں لگا ہوا ہے۔ ہمارا میڈیا دنیا کو بتا رہا ہے کہ ہماری فوج بڑی ظالم ہے۔ حکومت اور فوج میں چپقلش ہے۔ گرانی نے عام آدمی کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے، لیکن حکومت صرف اپنے پسندیدہ لوگوں کے معاشی استحکام پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ بہرحال کس کس بات کا رونا روئیں اور کتنا روئیں، معاشرہ ایک بلوے اور مار دھاڑ کرنے والے ہجوم کی تصویر پیش کر رہا ہے۔ کارلوٹا گال زمینی عصبیت کی دہائی دے کر امریکیوں کو پاکستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ ہمارے پاس کوئی شے ہے جس کی دہائی دے کر ہم قومی یکجہتی پیدا کر سکیں۔ زبان کا جھگڑا تو ہم نے قائداعظم کی زندگی میں شروع کر دیا تھا۔ بنگالیوں نے اردو کو قومی زبان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سندھی راجہ داہر کو اپنا راہنما اور لیڈر قرار دیتے ہیں اور محمد بن قاسم کو غاصب کہتے ہیں۔ بلوچوں سے مرکز کئی بار دھوکا کر چکا ہے۔ اکبر بگٹی جو کچھ بھی تھا اینٹی پاکستان نہ تھا۔ ہمارے ایک کمانڈو حکمران نے اسے ہلاک کر کے بلوچستان کو علیحدگی پسندگی کا ایک جواز مہیا کر دیا۔ پنجابیوں کی ریت ہے کہ وہ قابض اور غاصب کو جی آیاں نوں کہتے ہیں، کوئی ہو جیسا کیسا بھی ہو۔

قومیت کی نفی کر کے ہم نے ہندوستان کو تقسیم کروایا اور پاکستان بنایا۔ وہ زہر اب تریاق کا کام کیسے دے گا۔ کوئی ہے جو ہمیں سمجھا دے کہ اسلام کے علاوہ کوئی عصبیت ہمیں متحد کر سکے گی۔ کوئی کسی شے کا نام تو لے کہ یہ ہمیں قومی سطح پر متفق اور متحد کر دے گی۔ کوئی بتا دے کہ فلاں شے سب صوبوں کو یکساں عزیز ہے۔ کالا باغ ڈیم پنجاب کے لیے زندگی اور سندھ' کے پی کے کے لیے موت کا مسئلہ ہے۔ کس کے دامن کو تھامیں۔ ہر شے اس قدر شکستہ اور خستہ ہے کہ چھونے سے ریزہ ریزہ ہوا چاہتی ہے۔ ہے کوئی سہارا جسے تھام کر ہم سنبھل سکیں' اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکیں۔ چلو چلو رائے ونڈ چلو' اسلام آباد چلو' ملتان چلو وغیرہ وغیرہ کی بے شمار آوازیں لگائی جا رہی ہیں۔ کہیں سے چلو چلو اسلام کی طرف چلو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف چلو کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ صدا لگانے کے لیے رہبروں کی زبان گنگ ہے اور عوام نے بھی کانوں میں روئی دے رکھی ہے۔ عوام کے کان بھی اس وقت کھلتے ہیں جب بھارتی گلوکارائیں رس گھولتی ہیں۔ وہ اس پر جھوم اٹھتے ہیں۔ کشمیر ہماری شہ رگ ہے اور بھارتی فوجیوں کے دل لبھانے والے اداکار اور اداکارائیں ہمارے آئیڈیل ہیں۔ اے کاش! ہم جان لیں سب راستے بند ہو چکے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی ہمارا حامی وناصر نہیں' کوئی مددگار نہیں' کوئی چارہ کار نہیں لیکن اللہ کی مدد حاصل کرنے کی ایک شرط ہے صرف ایک شرط، اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو۔ اسی کے ہو کر رہ جاؤ ماسوا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ اس کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرو۔ وہ تمہارا مددگار اور پشتیبان بن جائے گا اور اگر وہ مدد کرنے کا فیصلہ کرے تو کوئی سپریم پاور تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تم خود سپریم پاور بن جاؤ گے۔ ایک مرتبہ آزماؤ تو سہی۔ ایک بار اس کے سامنے جھکو تو سہی۔ سب سجدوں سے آزاد ہو جاؤ گے۔ دنیاوی سہارے بہت کمزور ہیں، تنکوں سے زیادہ کمزور۔ یہ کسی کو ڈوبنے سے نہیں بچا سکتے۔ آئیے بش' اوباما اور کارلوٹا گال جیسے ان کے چیلے چانٹوں سے نمٹنے کے لیے اللہ کا سہارا حاصل کریں، اس کی کبریائی کا اعلان کریں اور یہ عہد کریں کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کریں گے۔ ان شاء اللہ

☆☆☆☆☆

اسلام میں ”خیرِ اعلیٰ“ کا تصور

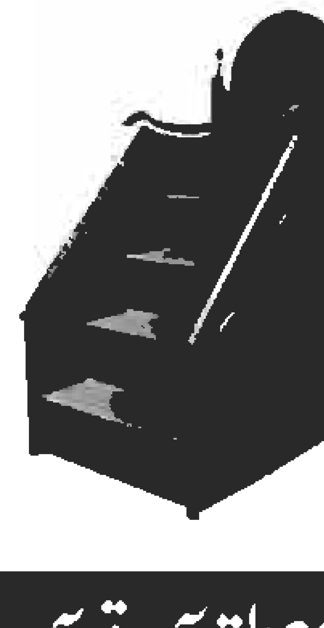

سورۃ الصّف کی آیت 4 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 18 اپریل 2014ء کا خطاب جمعہ

مرتب: ابواکرام

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! پچھلے جمعہ ہم نے سورۃ الصّف کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ بات آپ جانتے ہوں گے کہ جو سورتیں ہم پڑھ رہے ہیں ان میں اصل خطاب مسلمانوں سے ہے، اور انہیں جھنجوڑا جا رہا ہے۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے بعد جب لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے، تو کچے پکے لوگ بھی آ گئے۔ ایک تو سابقون الاولون تھے جو اللہ کے رسول ﷺ کا جہاں پسینہ گرتا تھا، وہاں خون نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے، مگر اب کچھ کچے پکے لوگ بھی آ گئے تھے۔ چنانچہ ان کو جھنجوڑا گیا اور انہیں اصل دین کی ذمہ داریاں یاد کرائی گئیں۔ گویا یہاں ہم مسلمانوں سے براہِ راست خطاب ہو رہا ہے۔ اس پہلو سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔

اس سورت کی چار آیات ہم پڑھ چکے ہیں، تاہم چوتھی آیت پر گفتگو تفصیل سے نہ ہو سکی تھی۔ لہٰذا آج اُس کی مزید وضاحت کی جائے گی۔ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④﴾

”جو لوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور پر) پرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، وہ بیشک اللہ کے محبوب ہیں۔“

پیچھے قول فعل کے تضاد پر سرزنش کی گئی ہے۔ اب یہاں خاص طور پر یہ بات کھول دی کہ قول و فعل کا تضاد زیادہ نمایاں کہاں ہوتا ہے۔ اللہ سرزنش کس بات پر کر رہا ہے اور جھنجوڑنے کے انداز میں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ اصل ایشو ہے کیا؟ سب سے بڑا ایشو یہ تھا کہ جب اللہ سے وفاداری کا عہد نبھانے، اللہ کے لیے، اللہ کے دین کے لیے قربانی دینے کا وقت آتا، جہاد و قتال کی نوبت آتی تو بعض لوگ پسپائی اختیار کر لیتے تھے، حیلے بہانوں سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ اب سب سے بڑا اور نمایاں تضاد سامنے آ رہا تھا۔ نماز تو ان کو پڑھنی پڑتی تھی۔ یہاں تک رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی بھی آنحضور ﷺ کے عین پیچھے نماز میں کھڑا ہوتا تھا۔ اصل امتحان تو یہاں جہاد و قتال کے مرحلے پر آیا اور اس امتحان میں پسپائی نے اُن کے قول و فعل کے تضاد کو نمایاں کر دیا۔ اللہ نے فرمایا کہ قول و فعل کا تضاد وہ شے ہے جو میرے لیے سخت بیزاری کی بات ہے۔ دوسری طرف یہاں یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ اللہ کو محبت کن لوگوں سے ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی محبوبیت کا مقام تو صرف انہی لوگوں کو ملے گا جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ یہاں پر ذکر ”قتال“ کا آیا ہے۔ قرآن مجید میں جہاد اور قتال دونوں الفاظ آتے ہیں۔ بعض جگہوں پر ”جہاد“ کا لفظ قتال کے معنوں میں بھی استعمال ہوا، لیکن بنیادی طور پر یہ لفظ جدوجہد کے معنی میں آتا ہے۔ ہر جہاد قتال نہیں ہوتا۔ جہاد اللہ کے راستے میں کوشش کا نام ہے۔ یہ کوشش اور جدوجہد نظریاتی اور فکری سطح پر بھی ہوتی ہے اور عملی طور پر بھی۔ مکے میں فکری و نظریاتی جہاد ہو رہا تھا۔ اس حوالے سے اللہ کی طرف سے آنحضور ﷺ کو اور مسلمانوں کو کہا گیا کہ ڈٹے رہو۔ قرآن کا پیغام عام کرو، اسے لوگوں تک پہنچاؤ، اس راہ پر لوگوں کی سخت باتیں اور ہر طرح کا تشدد برداشت کرو۔ یہ فکری سطح کا جہاد تھا۔ آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان لوگوں سے (شمشیر) قرآن کے ذریعے جہاد کیجیے۔ قرآن باطل افکار کی جڑیں کاٹنے والی شے ہے۔ شمشیر قرآنی سے غلط افکار کا قلع قمع کیجیے۔

مکہ میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ جہاد تو تھا، مگر قتال نہ تھا۔ قتال کا ایک ہی مفہوم ہے، اور وہ ہے جنگ اور مسلح جدوجہد۔ دیکھیں، اس جگہ پر مسلمانوں کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ یعنی جہاد اور قتال سے جی کیوں چراتے ہو۔ یہ مضمون قرآن حکیم میں اور بھی جگہوں پر آیا ہے۔ سورۃ النساء میں فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۚ﴾ (آیت: 77) ”بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکو رہو اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

مکہ میں جہاد شمشیر قرآنی کے ذریعے ہو رہا تھا۔ وہاں مسلمان تعداد اور وسائل کے اعتبار سے کفار سے پیچھے تھے۔ انہیں یہی حکم تھا کہ فکری و نظریاتی سطح کا جہاد جاری رکھو، البتہ اس راہ میں تم پر جو تکلیفیں آئیں، تم اُن کے ردِ عمل میں ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے۔ کفار کے ظالمانہ رویہ کو صبر اور حوصلے سے برداشت کرو۔ دوسرے کہ یہ نماز، زکوٰۃ اور دوسری عبادات و تعلیمات پر عمل کا اہتمام کرو، تاکہ اللہ سے ربط و تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔ لیکن ہجرت کے بعد مسلمانوں کو قتال کی اجازت دے دی گئی تو تم میں سے بعض لوگوں نے کمزوری کا اظہار کیا۔ جب جنگ فرض کر دی گئی تو لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو اس حکم کے آنے پر لوگوں سے ایسے ڈر رہے تھے جیسے کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے اور دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ یہ کیا قتال کی مصیبت ہم پر فرض کر دی گئی، دین کا یہ تقاضا پورا کرنا انہیں بہت مشکل معلوم ہونے لگا تھا۔

فرمایا کہ تم اس سے پہلے بڑی تمنا کیا کرتے تھے کہ تمہارے ہاتھ کھولے جائیں، تا کہ تم بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دو، مگر یہ کیا کہ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے آگے بڑھ کر نہ صرف قتال کی اجازت دے دی، بلکہ قتال فرض کر دیا تو اب تم میں سے کچھ لوگ اس سے جان چھڑا رہے ہیں۔

سورۃ التوبہ میں بھی قتال فی سبیل اللہ کے حوالے سے جھنجوڑا گیا ہے۔ جب غزوۂ تبوک کا مرحلہ درپیش ہوا، جس میں مقابلہ کسی عرب طاقت یا کسی قبیلے سے نہیں تھا بلکہ رومن ایمپائر کے ساتھ تھا جو اس وقت دو سپریم پاورز میں سے زیادہ بڑی قوت تھی۔ اُس کے پاس لاکھوں کی سٹینڈنگ آرمیز تھیں، بہت زیادہ اسلحہ تھا، وسائل کی بہتات تھی۔ اس وقت بعض لوگوں پر نفیر جہاد بہت آزمائش کا باعث بنی۔ اُس پر اُن سے کہا گیا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ط﴾ ''مومنو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)۔'' (التوبہ:38)

یعنی بجائے اس کے کہ تم اس حکم پر لبیک کہتے ہوئے آگے نکلتے، جیسے کہ بہت سے صحابہؓ نکلے۔ تم میں سے ایک طبقہ ایسا تھا کہ قتال اور جنگ کی پکار اس کے لیے وبال جان بن گئی۔ خیال کرنے لگا کہ تبوک کے لیے جانا موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔ تبوک کا سفر بھی بہت لمبا تھا۔ مدینہ سے تبوک تک تقریباً 600 کلومیٹر کا فاصلہ تھا۔ مسلمانوں کا 30 ہزار کا لشکر تھا۔ یہ بڑی تنگی کا وقت تھا۔ راشن اتنا کم تھا کہ بعض اوقات پورے دن دو افراد کو ایک کھجور پر گزارا کرنا پڑتا۔ پھر روم جیسی بڑی طاقت سے مقابلہ تھا۔ اس موقع پر جس شخص کے دل میں ذرا بھی نفاق یا ایمان کی کمزوری تھی، وہ سامنے آ گئی، اور اُس کی بڑی سخت آزمائش ہو گئی۔ بہرکیف یہ جہاد و قتال اصل ایشو ہے۔ اس سے راہ فرار اختیار کرنے سے منافقت کا ایک الگ رستہ نکلنا شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے قتال سے جی چرانے کی وجہ سے لوگ پیچھے ہٹتے ہیں، اور اگر اصلاح نہ کریں تو بالآخر بدترین منافقین کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ ایک اعتبار سے سب سے اونچی نیکی قتال فی سبیل اللہ ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ
مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ!

حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کے نزدیک مصلحت یعنی سب سے اونچی نیکی کسی غار میں یا پہاڑ میں بیٹھ کر اللہ سے لو لگانا ہے، جبکہ ہمارے دین کامل میں سب سے بڑی نیکی جنگ و شکوہ ہے۔ یعنی اسلام میں خیر اعلیٰ جہاد و قتال ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی اس مضمون کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

مقام بندگی دیگر مقام عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی ز خاکی بیش ازاں خواہی

کہتے ہیں ایک بندگی کا مقام ہے اور ایک عاشقی کا مقام ہے۔ اگرچہ بندگی بھی مطلوب ہے اور انسانوں کو پیدا ہی بندگی کے لیے کیا گیا ہے، لیکن ایک مقام اور بھی ہے اور وہ ہے مقام عاشقی۔ نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے تو پروردگار یہ تقاضا کرتا ہے کہ میری بندگی کرو، میرے آگے سر جھکائے رکھو، میرے احکام پر عمل کرتے رہو، میں نے جو ڈیوٹی دی ہے، اس کو سرانجام دیتے رہو، لیکن جو خاکی مخلوق (انسان) ہے اس سے بڑھ کر تقاضا ہے۔ یہ تقاضا صرف بندگی نہیں ہے۔ بندگی میں تو جمادات و نباتات و حیوانات سب لگے ہوئے ہیں۔ سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ خاکی مخلوق سے تقاضا یہ ہے کہ

چناں خود را نگہداری کہ با ایں بے نیازی ہا
شہادت بر وجود خود زخون دوستاں خواہی

انسان کا کام یہ ہے کہ گردن کٹا کر اللہ تعالیٰ کے وجود اور اُس کی کبریائی کی گواہی دے۔ یعنی خاکی انسان سے اللہ تعالیٰ گردن کٹوا دینے کا تقاضا کرتا ہے۔

اللہ کی راہ میں قتال اور شہادت سب سے بڑی نیکی ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے، اُس کا تقویٰ اختیار کیا جائے۔ اللہ ہمارا آقا ہے، رب ہے، مالک ہے۔ ہم اس کی مخلوق ہیں، اس کے بندے اور غلام ہیں۔ اللہ کی غلامی کے ہی یہ سارے تقاضے ہیں، لیکن تقویٰ و اطاعت میں چوٹی کا عمل یہ ہے کہ دین کی دعوت و تبلیغ اور اس کی اقامت کی خاطر نبویؐ مشن میں رسول کی مدد کی جائے اور آپ ﷺ کے دست و بازو بن کر اس راہ میں گردن کٹانے کو اپنی سعادت سمجھا جائے۔ یہ ہے مقام عاشقی۔ رسولوں کے کام کے بھی دو

پریس ریلیز 2 مئی 2014ء

امریکہ کا بلوچستان کے مدارس سے افغانستان میں حملوں کا الزام لگانا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مترادف ہے

امریکہ افغانستان میں اپنی شکست کا بدلہ لینے اور پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ آور ہونے کے لیے جھوٹے عذر تراش رہا ہے

آمنہ مسعود جنجوعہ اور لاپتہ افراد کے دوسرے لواحقین پر پولیس تشدد قابل مذمت ہے

حافظ عاکف سعید

امریکہ کا بلوچستان کے مدارس سے افغانستان میں حملوں کا الزام لگانا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مترادف ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ بھارت امریکہ کی پشت پناہی سے بلوچستان میں افغانستان کے راستے مداخلت کا ر داخل کر رہا ہے، جس کے ناقابل تردید دستاویزی ثبوت سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے منموہن سنگھ کے حوالے کیے تھے۔ لہٰذا بلوچستان کے مدارس پر دہشت گردی کی تربیت کا الزام لگانا کذب بیانی ہے۔ امیر تنظیم نے امریکہ کی ایک مصنفہ کا رلوٹا گال کی کتاب wrong enemy کا حوالہ دے کر کہا کہ امریکہ افغانستان میں اپنی شکست کا بدلہ لینے اور پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ آور ہونے کے لیے جھوٹے عذر تراش رہا ہے۔ امیر تنظیم نے اسلام آباد میں آمنہ مسعود جنجوعہ اور لاپتہ افراد کے دوسرے لواحقین پر پولیس تشدد کی زبردست مذمت کرتے ہوئے کہا کہ کتنا ظلم ہے کہ کوئی حکومت یا اس کے خفیہ ادارے اپنے ہی شہریوں کو اٹھا لیں، انھیں عدالت میں پیش کیا جائے، نہ ان کے خلاف کوئی مقدمہ دائر کیا جائے لیکن ان پر بہیمانہ تشدد کر کے انہیں غائب کر دیا جائے یا ان کی مسخ شدہ لاشیں سڑکوں پر پھینک دی جائیں جس پر ان کی کوئی پرسش نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان کے ماتھے پر یہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام عدل و انصاف کا دین ہے، اسلامی ریاست میں کسی شہری سے مسلم ہو یا غیر مسلم ناانصافی اور ظلم نہیں ہو سکتا، لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ ظلم دن دیہاڑے ہو رہا ہے۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ طاقتور ادارے ایسے کرنے سے باز رہیں اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اور وہ کسی وقت بھی اس کی زد میں آ سکتے ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

سطحیں ہیں۔ ایک ہے محض دعوت و تبلیغ کا مرحلہ، جیسا کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مکی دور میں تھا۔ اس مرحلے میں بھی مخالفت ضرور ہو گی اور آزمائشیں آئیں گی، لیکن یہاں پر گردن کے کٹنے اور جان قربان کرنے کا معاملہ بہت کم ہوتا ہے۔ تشدد تو ہوتا ہے، لیکن اس بات کا بہت کم امکان ہوتا ہے کہ اس راہ میں گردن بھی کٹ جائے۔ دوسری سطح ہے کہ آگے بڑھ کر باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرنا، باطل نظام کو چیلنج کرنا، دعوت مبازرت دینا اور اس باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے خود پیش قدمی کرنا اور میدان جنگ میں جا کر موت کو دعوت دینا۔ یہ ہے مقام عاشقی، جس پر فائز لوگوں سے اللہ بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مر گیا اس حال میں کہ نہ تو کبھی اس نے اللہ کی راہ میں جنگ (اور قتال) میں حصہ لیا، نہ کبھی اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی (کہ کوئی موقع ہو اور میں اللہ کی راہ میں گردن کٹاؤں) تو اس شخص کی موت نفاق پر ہوئی۔ پس ہمارے تعلق بندگی کا آخری درجہ مقام عاشقی ہے اور یہی مطلوب ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ جہاد اور قتال جو بلند ترین نیکی قرار پایا، اس کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ کیا رسول کا دعوتی کام کافی نہیں ہوتا، جیسا کہ مکی دور میں ہو رہا تھا، یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رفع سماوی سے پہلے کر رہے تھے؟ آخر جہاد اور قتال کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا اسی دعوت و تبلیغ کے ذریعے دین کے سارے مرحلے طے نہیں ہو سکتے تھے۔ کیا اس وقت جہاد و قتال کی ضرورت ہے؟ سب لوگ کہتے ہیں دعوت و تبلیغ بڑا اچھا کام ہے، بڑا نیک کام ہے، جس کے اندر کچھ بھی خیر ہے، وہ اس کام میں مدد کرتا ہے۔ بلاشبہ نبیوں اور رسولوں کو اصلاً بھیجا اسی لیے گیا تھا کہ وہ لوگوں اور معاشرے کی اصلاح کریں۔ لوگوں کے عقیدے، عمل اور اخلاق کی اصلاح کریں گے اور ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ نفس امارہ کو کنٹرول کر سکیں، اور روحانی وجود کو ترقی دیں، تا کہ آخرت میں سرخرو ہوں اور یہ کام نبیوں اور رسولوں نے کیا اور بھر پور طور پر کیا ہے۔ ایک لاکھ سے زیادہ نبی آئے ہیں اور ایک روایت کے مطابق 313 رسول آئے ہیں۔ لیکن جان لیجیے کہ اصلاح کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک ہے فرد کی اصلاح اور ایک ہے نظام کی اصلاح۔ آپ دعوت دیتے ہیں، آپ کی محنت سے اُمید ہے کہ کچھ لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی، ان کا عقیدہ درست ہو جائے گا، ان کے اخلاق بہتر ہو جائیں گے، ان کا رشتہ اللہ کے ساتھ قائم ہو جائے گا۔ آپ کی اس محنت سے بہت سے لوگ بدل جائیں گے، کچھ خیر وجود میں آ جائے گا۔ لیکن بحیثیت مجموعی لوگوں کو خیر کی طرف اور صراط مستقیم پر لانے کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ غلط نظام ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک نظام کو نہ بدلا جائے تب تک اصلاح کا کوئی مؤثر کام نہیں ہو سکتا۔ نبی تو دعوت و تبلیغ ہی کرتے رہے مگر رسولوں کے ذمے دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ نظام کو بدلنا تھا۔ سورۃ الحدید میں فرمایا:﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ وَ رُسُلَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۲۵﴾﴾ (ترجمہ) ”ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانی دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدہ بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے بیشک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔“

اللہ تعالیٰ رسولوں کو دو چیزیں دے کر بھیجتا رہا: ایک کتاب ہدایت اور دوسری دین حق، ایک اجتماعی نظام جو عدل و قسط پر مبنی ہو۔ اُسے زمین پر نافذ کرنا بھی رسولوں کے ذمہ تھا۔ باطل نظام کا قلع قمع محض تبلیغ سے نہیں ہوتا۔ اس کے لیے طاقت کا استعمال ناگزیر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوہا اُتارا، تا کہ وہ لوگ جو باطل نظام کے علمبردار اور رکھوالے ہیں، جو نظام عدل کی سب سے بڑھ کر مخالفت کرتے ہیں، لوہے کی طاقت سے انہیں کچلا جا سکے ہیں۔ ہر دور میں یہ ہوتا آیا ہے کہ مراعات یافتہ طبقات باطل نظام کی کھیر کھا رہے ہوتے ہیں، جبکہ عوام الناس ظلم کی چکی میں پس رہے ہوتے ہیں۔ باطل نظام کا فائدہ ایک مخصوص طبقہ اُٹھا رہا ہوتا ہے اور اُس نے عوام کو اپنے پیچھے لگایا ہوتا ہے، انہیں فحاشی و عریانی میں جھونکا ہوتا ہے۔ تا کہ حقائق کی طرف ان کی نگاہ نہ جائے۔ بنیادی طور پر رسولوں کا مشن انقلابی مشن ہے، یعنی اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کرنا۔ اس کے لیے پہلے طاقت سے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے۔ اسلام کا نظام عدل رحمت ہے اور اللہ کی رحمت کو نوع انسانی تک پہنچانے کے لیے قتال لازمی ہے۔ جو لوگ بھی یہ کام کریں گے وہی اللہ کے سچے وفادار ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ قیام عدل اللہ کے وفاداروں کا ٹارگٹ ہے۔ یہی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پورے دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

خصوصی رپورٹ

امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

گزشتہ جمعہ (18 اپریل) کو حسب معمول امیر محترم نے قرآن اکیڈمی لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔ اتوار (20 اپریل) کو پروگرام کے مطابق سیالکوٹ جانا ہوا۔ ناظم حلقہ (شاہد رضا صاحب) ساتھ تھے۔ خادم حسین صاحب کو بھی راستہ میں لے لیا۔ وہاں پر ”پاکستان میں نفاذ شریعت......مگر کیسے؟“ کے عنوان سے ڈیڑھ گھنٹہ تفصیلی خطاب فرمایا۔ حاضری بہت اچھی تھی۔ ”رسولؐ انقلاب کا طریق انقلاب“ نامی کتابچہ کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کروائی۔ چنانچہ کافی بڑی تعداد میں شرکاء نے مکتبہ سے یہ کتابچہ خریدا۔ نماز عشاء کے بعد کھانے کا اہتمام خالد یعقوب صاحب (مقامی امیر) کے گھر پر تھا۔

منگل کی شام کو سید شبیر احمد کاکا خیل صاحب وقت لے کر ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ یہ ایک مشہور شخصیت کے خلیفہ مجاز ہیں۔ دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ شعبہ فلکیات میں **Highly Qualified** ہیں۔ اس حوالے سے اعلیٰ سطحی لیکچرز دینے کے لیے لاہور آمد ہوئی تھی۔ یہ راولپنڈی **Westridge** کے علاقے میں ہوتے ہیں۔ حلقہ ارادت کافی وسیع ہے۔ امیر محترم کا بھی ان سے ملاقات کے لیے جانے کا ارادہ ہے۔ اسی روز بعد نماز مغرب طے شدہ پروگرام کے مطابق مقامی تنظیم جوہر ٹاؤن کے اجتماع میں شرکت کی، جو شیخ نعیم صاحب کے گھر پر منعقد ہوا۔ نئے رفقاء اور پرانے نامانوس رفقاء سے تعارف ہوا۔ بعد ازاں سوال/ جواب کی تفصیلی نشست ہوئی، جو قریبی مسجد میں نماز عشاء کی ادائی کے بعد بھی جاری رہی، اس اجتماع میں امیر حلقہ بھی موجود تھے۔ پروگرام کے اختتام پر اجتماعی کھانے کا اہتمام بھی تھا۔ بدھ کی شام شعبہ نشر و اشاعت کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔

تحفظ عوام آرڈیننس کی ضرورت

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دہشت گردی کی نامراد جنگ نے اس ملک پر آسیبی سائے پھیلا دیے۔ ہمارا قومی ملی تشخص، کردار، وقار، اقدار سب ہی کچھ چھین لیا گیا۔ ہم اپنے ہی خلاف جنگیں لڑنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ بلوچستان تا فاٹا ہم نے اپنے دامن کو خود آگ لگائی۔ آدم خور ہو گئے۔ سالہا سال حکومتی، عسکری ادارے اپنے عوام ہی کے خلاف محاذ آرا رہے۔ نئی حکومت نے اس جنگ کو لگام دینے کی کوشش کی، تو باہم سول ملٹری کشمکش شروع ہو گئی۔ ایک فرد، پرویز کی خاطر ملک کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ ابھی اس سے عہدہ برآ ہوئے بھی نہ تھے کہ ایک نئی جنگ باہم دگر چھڑ گئی۔ پرویز کا پاکستان آنا حامد میر پر بھاری ثابت ہوا۔ شاید اسی لیے کہا گیا۔

مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا!

جس گائے کا تقدس اتنا بے پناہ تھا، اس کی درآمد کے ہم متحمل کب ہو سکتے تھے۔ پرویز کے پاکستان آنے پر فوج کے بزرگوں (اسلم بیگ و حمید گل صاحبان) کو پیش بندی کرنی چاہیے تھی۔ اب حامد میر پر حملہ پرویز غداری کیس کا تسلسل بن کر خود حامد میر اور انصار عباسی جیسے افراد کے خلاف غداری کیس میں ڈھل گیا ہے!

یہ عجب اتفاق ہے کہ اسلام آباد سے پے در پے دو پروازیں اور دو مسافر روانہ ہوئے۔ حامد میر کو کراچی ایئرپورٹ سے پیچھا کر کے قاتلوں نے آن لیا۔ پرویز کو پاکستانی تاریخ کی شدید ترین سکیورٹی کے حفاظتی حصار میں بہ صد عافیت کراچی پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد پہلے عامر میر، پھر جیو نے حامد میر کی مخدوش صحت کے تناظر میں جن خدشات، وشبہات کا اظہار کیا اس پر ملک ہلا۔ عقل معطل کر دی گئی۔ زبانیں جھپٹ جھپٹ کر حملے کرنے لگیں۔ وہ آندھیاں طوفان اٹھے، عدل وانصاف اور قومی سلامتی گرد باد میں گھر کر رہ گئے۔ حالانکہ ابھی تو قومی اسمبلی نے تحفظ پاکستان آرڈیننس قومی سلامتی اور تحفظ کے نام پر، سکیورٹی اداروں کے دباؤ پر ہی پاس کیا تھا۔ اس کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ جس پر شک کی انگلی دھر دی جائے، اپنی بے گناہی ثابت کرنا عین اسی کے ذمہ ہے۔ کرنے کا کام تو سادہ، آسان اور قانونی طور پر یہ تھا کہ جوڈیشل کمیشن بنتے ہی جنگی بنیادوں پر جیسے قومی ادارے پر سے یہ دھبہ دھونے کو فوری کام شروع ہو جاتا۔ شواہد پیش ہوتے اور اتنا باوسائل ادارہ جسے نہایت باصلاحیت افراد اور مزید انٹیلی جنس ایجنسیوں کی معاونت مل سکتی تھی۔۔۔ پاتال سے بھی مجرم ڈھونڈ نکالتا۔ قانون کی حکمرانی بھلا اور کس چڑیا کا نام ہے؟

جو کردار بحیثیت قوم اور اس کے مختلف اجزاء اور اداروں کے ہم نے اختیار کیا تو وہ حجرے شاہ مقیم پر کھڑی جٹی کی عرض معروض سے کچھ بھی مختلف نہ تھا۔ جو اگر تحریر کریں تو شکایت ہوگی! صاحبان عقل و دانش اس دائر کردہ (جٹی) درخواست کے مندرجات سے خوب واقف ہیں! تفنن برطرف۔۔۔ اس نہایت گھمبیر مسئلے میں ہمارے قومی کردار میں در آنے والی کمزوریاں بہت کھل کر سامنے آئی ہیں۔ خوف اور لالچ کی اس معاشرے میں تیرہ سالہ کارفرمائی نے ہماری اخلاقیات میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ نجی چینلز پر گفتگوئیں ہوں، کالم نگاری ہو یا تجزیہ فرمائی۔۔۔ 'آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی' شاذ ہی نظر آتی ہے۔ جہاں کوئی حق کہہ گزرے تو وہ فوراً ہی ملک دشمنی، غیر ملکی قوتوں کی آلہ کاری کے تیروں سے نوازا جاتا ہے۔ حالانکہ بھارت دوستی، کشمیر فروشی کے بعد نہ مشرقی سرحد پر فوجیں ہیں نہ جیلوں میں 'را' والے! صرف ڈاڑھیوں والے دشمن ہیں! دوہری گفتگو کر کے باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی، میں عافیت سمجھی جاتی ہے! باوجودیکہ متفق علیہ حدیث رہنمائی کرتی، متنبہ کرتی ہے: 'تم قیامت کے دن بدترین شخص اسے پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے رکھتا تھا۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملتا اور دوسرے لوگوں سے دوسرے چہرے سے'۔ دوغلا پن قوم کی رہنمائی دینے کے دعویدار طبقات میں کیونکر گوارا کیا جاسکتا ہے۔

اصلاً ہم قومی سطح پر خواہ سیاست ہو، میڈیا، صحافت ہو یا محافظ ادارے کلیتاً سیکولر ہو چکے ہیں۔ صرف سیاست میں ہی نہیں دین سے جدا ہو کر ہر طرف ہی چنگیزیت کا دور دورہ ہے۔ دنیا میں اتنا واویلا کرتے ہوئے ہم آخرت کا صفحہ سرے سے پھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ بہت جلد ہم سب (برس مزید سے زیادہ کون جی لے گا!) اپنے گھر (آخرت۔ قبر) تنہا تنہا لوٹ جائیں گے۔ دنیا کے حساب واحتساب کا معاملہ تو بقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ ہے ''اپنا حساب کر لو قبل اس کے کہ تمہارا احتساب کیا جائے''۔ آپ پرویز کو، اداروں کو (سکیورٹی یا میڈیا، حکومت یا صحافت) یہاں بچا بھی لے جائیں گے تو آگے کیا بنے گا؟ ہمارے واویلوں پر اللہ کہتا ہے۔۔۔ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا۔۔۔ حساب لینے کو اللہ بہت کافی ہے! اور پھر وہ دن۔ ''جس روز پوشیدہ راز کھل جائیں گے'' (الطارق) ''وہ وقت جب قبروں میں جو کچھ (مدفون) ہے اسے نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ (مخفی) ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی'' (العادیات)۔ ''اس روز زمین اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی''۔ ''اس روز لوگ منتشر حالت میں پلٹیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں'' (الزلزال)۔ تقریریں، گفتگوئیں، تحریریں ہی نہیں، ظلم، آلات ظلم، ہر قاتل، مقتول، سارے وقوعے، حق وباطل کے سارے معرکے اس حد تک سامنے کھول کر رکھ دیے جائیں گے کہ۔۔۔ ''جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا''۔ مکمل ری پلے، مکمل ریکارڈ، تصویر کشی، مفتی شامزئی تا لال مسجد۔۔۔ اکبر بگٹی، سلیم شہزاد تا حامد میر۔ سارے لاپتگان، ان کے لواحقین (آمنہ، جنجوعہ اور مظلوم بوڑھوں، عورتوں، بچوں) پر شرمناک ریاستی تشدد، تمام حراستی مراکز اور ان کے سربستہ راز۔ حکم صادر کرنے والے، بجا آوری کرنے والے، ہر کاغذ، ہر پرزہ، ہر زخم، ہر لاش۔ کرپشن کا ایک ایک ٹکہ، ایک ایک ڈالر۔۔۔! گرافک تفاصیل کے ساتھ۔ یقیناً عدل و انصاف کی جنگ بر سر زمین لڑی جائے گی اور لڑی جانی چاہیے، لیکن حالات کے جبر اور جھوٹ کی آندھیوں پر دل برداشتہ ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔ یوم الدین، یوم الحساب ابھی باقی ہے۔ (باقی صفحہ 10 پر)

قابل فخر تہذیبی ورثہ نہیں، ایک عذاب زدہ بستی

نوراکینہ قاضی

گزشتہ دنوں اخبار میں ایسی خبر پڑھنے کو ملی کہ میں نے بے اختیار سر پکڑ لیا۔ وہ روح فرسا اور ہوش رُبا خبر یہ تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے نوعمر چیئرمین عزیزی بلاول بھٹو زرداری نے اعلان کیا کہ موئن جوڈرو ہمارا عظیم تہذیبی ورثہ ہے، سرزمین سندھ کا بے بہا اثاثہ ہے، ہمارا فخر ہے، ہم اس عظیم مدفون شہر کی ابھی مزید کھدائی کروائیں گے، تاکہ یہ اپنے تمام تر رقبے کے ساتھ دُنیا کے سامنے اُجاگر ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے اتنے ارب روپے مختص کیے جا رہے ہیں۔

اس وقت جبکہ سندھ گزشتہ موسم گرما کے سیلابوں کی تباہ کاریوں سے پوری طرح سنبھلا نہیں، جس کے متاثرین ابھی تک امداد کے لیے حکومت کا منہ دیکھ رہے ہیں، جہاں اب صحرائے تھر میں خشک سالی اور قحط کے ہاتھوں آئے دن معصوم بچے ہلاک ہو رہے ہیں، عزیزی بلاول نے پہلے تو سندھی ثقافت کی تشہیر کے لیے شاندار فیسٹیول منعقد کروایا، جس میں کروڑوں روپے جھونکے گئے۔ پھر موئن جوڈرو کو سندھ کے شاندار اور تہذیبی ورثے کے طور پر مکمل طور پر زمین سے اکھاڑ باہر نکالنے کا اعلان فرما دیا۔

قحط و دیگر آفات ارضی یا سماوی کے زمانے میں خلفائے راشدینؓ کا کیا طرزِ عمل رہا۔ بعد کے رعایا پرور حکمران کیا کرتے رہے، یہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی مثالیں دینا اپنے حکمرانوں کے لیے بھینسوں کے آگے بین بجانے کے سوا کچھ نہیں۔ جن کی جانیں ہر وقت اس خوف سے لبوں پر آئی رہتی ہیں کہ کہیں ان کی کرسی کمزور نہ پڑ جائے، ان سے نہ چھن جائے، انہیں عوام کے دُکھڑوں سے کیا غرض؟ کیا مطلب؟ ان کی جانیں صرف اور صرف اپنا اقتدار، اپنی حکومت قائم رکھنے کی فکر میں گھلی جاتی ہیں۔ خواہ زلزلے انہیں نگل جائیں، سیلاب انہیں بہالے جائیں، قحط زدہ علاقوں میں موت کے ناگ لوگوں کو نگلتے جائیں۔ یہ خوشخبریاں سنائیں گے تو ایسے کاموں کی جن سے نہ ملک کا نام دنیا بھر میں روشن ہوگا، نہ عوام کا کوئی بھلا ہوگا۔ کروڑوں اربوں روپے کوڑے دانوں کی نذر ہونے کے سوا کچھ نہ ہوں گے۔

پیپلز پارٹی نے ملک پر طویل عرصہ حکومت کی، اس کے تمام کارنامے عوام کے سامنے ہیں۔ اب اقتدار سے محرومی کے بعد ہر چند کہ اسے ملک میں واضح اکثریت حاصل نہیں، یہ سندھ تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کی نظر پھر کرسی ٔ اقتدار پر ہے۔ عوام میں مقبولیت حاصل کرنے اور اپنی پارٹی کو اکثریتی پارٹی بنانے کے لیے اس کے نوعمر چیئرمین ایسی باتیں، ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جنہیں ہرگز ہوش مندانہ نہیں کہا جا سکتا۔ پہلے انہوں نے سندھ فیسٹیول برپا کروایا جس میں کروڑوں اڑائے، حالانکہ اتنی کثیر رقم سے اگر تھر کے قحط زدگان کی امداد کی جاتی تو ان کا بھلا ہو جاتا۔ ان کی دعائیں مل جاتیں، عوام میں بھی ساکھ بن جاتی۔ اس کے بعد اربوں روپے کے صرف سے موئن جوڈرو کو اپنے پورے رقبے کے ساتھ زمین سے اکھاڑ باہر لانے کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

موہن جوڈرو یا موئن جوڈرو دراصل ''مویاں جوڈرو'' ہے۔ یعنی مردوں کا ٹیلہ۔ اور یہ پیارے ملک کا کوئی قابل فخر اثاثہ نہیں ہے بلکہ یہ اِک جائے عبرت ہے۔ کانوں کو ہاتھ لگانے اور توبہ استغفار کرنے کا مقام ہے۔ جیسا کہ مدائن صالح، وادیٔ احقاف، سدوم و عمورہ کی بستیاں اور اللہ کے قہر و غضب کا نشانہ بننے والی دیگر بستیاں، جن کے بارے میں حکم ہے کہ ان کے پاس سے توبہ استغفار کرتے ہوئے تیزی سے گزر جاؤ، ان میں ہرگز نہ ٹھہرو، نہ ان میں گھومو پھرو۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ اس اللہ کے قہر و غضب کا نشانہ بننے والی ہزاروں سال پرانی بستی کی کھدائی کی گئی۔ اس پر بے تحاشا دولت پھونکی گئی، بلکہ اسے ملک کا بے بہا تہذیبی ورثہ قرار دیتے ہوئے اس کی خوب حفاظت کی جا رہی ہے۔ اسے باقاعدہ سیاحتی مقام کا درجہ دیا گیا ہے۔ کرنسی نوٹوں پر اس کی تصاویر چھاپی جا رہی ہیں۔ وہاں سے برآمد ہونے والے پروہت اور بیل کے مجسموں کے ٹھپے بڑے فخر سے گھروں سے سجائے جا رہے ہیں۔

''مویاں جوڈرو'' کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس بستی میں بسنے والے لوگ اپنے زمانے کی انتہائی ترقی یافتہ لوگ تھے۔ بہترین گھر، غسل خانے، باورچی خانے، بدرروئیں، آب راہیں بنانے تھے۔ بہترین جولاہے، برتن ساز، کاشت کار، کاریگر تھے۔ ہر ہنر میں یکتا تھے۔ صفائی ستھرائی کا خوب خیال رکھتے تھے، لیکن یہ بھی دُنیا کی دیگر عذاب زدہ بستیوں کی طرح تمدنی و معاشرتی بگاڑ کا شکار تھے۔ بت پرست تھے، یہ کن معبودوں کی پوجا کرتے تھے، یہاں شائستگی اور شرافت یہ بتانے کی اجازت نہیں دیتی۔ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکا۔ ایک زبردست بھونچال نے اس اپنے وقتوں کی انتہائی تہذیب و ترقی یافتہ انتہائی خوشحال بستی کو ملیامیٹ کر دیا۔ زمین کے اندر دور تک دھنسا دیا۔ اس کا کوئی باشندہ زندہ نہ رہا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس عذاب زدہ بستی کے کھنڈر پر مٹی کی تہیں دبیز سے دبیز تر ہوتی گئیں۔ پھر ہزاروں سال بعد انگریزوں کے زمانہ حکومت میں سرجان مارشل کی نگرانی میں اس مقام کی کھدائی کی گئی اور یہ عذاب زدہ بستی پھر سطح زمین پر اُجاگر ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دُنیا بھر کے ماہرین آثار قدیمہ، ارضیات، عمرانیات و مؤرخین کی اس جگہ دوڑیں لگ گئیں۔ اس عذاب زدہ بستی پر خوب مضامین اور کتابیں لکھی جانے لگیں۔ اسے عظیم الشان تہذیب کا نام دے کر اس کی عزت و توقیر کی جانے لگیں۔ پاکستان کا، بالخصوص سندھ کا گراں بہا تہذیبی ورثہ قرار دیتے ہوئے اس پر فخر و مباہات کا اظہار کیا جانے لگا۔ یہ صورت حال اب تک چلی آ رہی ہے۔ اناللہ!

''مویاں جوڈرو'' یا مُردوں کا ٹیلہ واقعی ایک عذاب زدہ بستی ہے۔ اس کے آس پاس جتنے گاؤں آباد ہیں، وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ جون جولائی کے مہینوں میں ان کھنڈروں میں بے حد خوفناک قسم کی لُو

چلتی ہے اور راتوں کو ان کھنڈروں کی طرف سے رونے چیخنے چلانے، فریادیں کرنے کی ہولناک آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ان کا تذکرہ جناب محمد موسیٰ بھٹو اپنی کتاب ''سندھ کے حالات کی سچی تصویر'' میں کر چکے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ''موہیاں جوڈرو'' کی حقیقت سے سب کو آگاہ کیا جائے۔ انہیں بتایا جائے کہ یہ ہمارا کوئی قابل فخر تہذیبی ورثہ نہیں بلکہ جائے عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا نشانہ بننے والی بستی کے کھنڈر ہیں، جنہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ وہاں جانے گھومنے پھرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ عزیزی بلاول کو بھی مشورہ ہے کہ وہ اس عذاب زدہ بستی پر دولت کے مسرفانہ ضیاع کی بجائے تھر کے متاثرین پر توجہ دیں۔ ایسے کام کریں جو ان کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں۔ دین و دنیا میں سُرخروئی کی یہی راہ ہے۔

بقیہ: تحفظ عوام آرڈیننس کی ضرورت

یوم التغابن۔۔۔ ہار جیت کا دن ابھی آگے ہے۔ فراعنہ اور نمارود کو قرآن میں دیکھ لیجیے۔ دنیا کے پروٹوکول، ٹھاٹ، شان و شوکت، سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ۔ انا کی جنگیں یہیں رہ جائیں گی۔ زمین پر تاریخ اپنا بے رحم فیصلہ لکھ دے گی اور آسمانوں پر بھی مقام کا تعین ہو جائے گا۔ علیین یا سجین۔۔۔ پاکیزہ روحوں کی بلند مقامی یا دوزخی قید خانہ! رہا حامد میر تو لاپتہ مظلوموں کی دادرسی کے لیے توانا، بے خوف آواز، بلوچوں کے حقوق کے لیے سرگرمی، پرویزی غداریوں کو ڈنکے کی چوٹ بیان کرنے والا،۔۔۔ پیالہ لبالب بھر چکا تھا! جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں! ضرورت اب ایک تحفظ عوام آرڈیننس لانے کی ہے۔ اگر مضبوط ترین میڈیا ہاؤس کا وہ اینکر جو کنڈولیزا رائس تا ہیلری کلنٹن اور پرویز تا زرداری سب ہی کا انٹرویو کرتا ہے۔۔۔ محفوظ نہیں تو پھر باقی کس برتے پر سکون کی نیند سوئیں؟ قومی اداروں کی ساکھ کی بحالی کے لیے شفاف تحقیق لازم ہے۔ یہ کمیشن بھی سلیم شہزاد کمیشن کی طرح گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے کا فریضہ انجام دے کر کام لپیٹ نہ دے!

★★★★★

حامد میر کا آئی ایس آئی پر وار......ایک تیر سے کئی شکار

شاہین عطر جنجوعہ

حال ہی میں معروف صحافی اور ٹی وی شو کے اینکر حامد میر پر قاتلانہ حملہ ہوا اور اس کے نتیجے میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر الزام اور ردالزام کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ دراصل حملے کے کچھ ہی وقت کے بعد جیو ٹی وی نے حامد میر کی طرف سے پاکستان کی پریمیئر انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی پر الزام نشر کر دیا۔ الزام حامد میر کے بھائی عامر میر کو دیئے جانے والے مواد اور زبانی آگاہی کی بنیاد پر لگایا گیا۔

کسی بھی شخص (خواہ وہ صحافی ہو یا غیر صحافی) سے اختلاف رائے کی بنیاد پر اس درجہ دشمنی کہ اس کے قتل کے درپے ہوا جائے، خود قابلِ مذمت ہے۔ البتہ حامد میر کا حملہ سے قبل آئی ایس آئی کو اپنے ممکنہ قتل کا ذمہ دار ٹھہرانا بہرحال محل نظر ہے۔ ہماری پرنٹ میڈیا انڈسٹری میں بہت سے لوگ ایجنسیوں کے کردار پر کافی عرصہ سے انگشت نمائی کر رہے ہیں۔ بالخصوص بلوچستان کے لاپتہ افراد کے المیے سے کوئی بھی باشعور شخص انکاری نہ ہو گا۔ خود حامد میر کے ساتھی انصار عباسی، عمر چیمہ وغیرہ ایجنسیوں پر تنقید کرتے رہتے ہیں، لیکن حیرت کی بات ہے آئی ایس آئی کو اُن سے جھگڑا نہیں لیکن محض حامد میر کے بلوچستان کے مسنگ پرسنز کے ایشو کو نمایاں کرنے پر آئی ایس آئی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ آئے روز صحافی، ایجنسی یا کسی اور گروہ کی طرف سے تشدد یا دھمکی کا شکار ہوتے ہیں، لیکن اپنے ''قتل'' کا ذمہ دار کوئی بھی آئی ایس آئی کو نہیں ٹھہراتا۔

مسنگ پرسنز کے کیس میں برسوں سے میڈیا پر اور عدالتوں میں سرِعام فوجی جرنیلوں پر الزام لگاتی آمنہ مسعود جنجوعہ کو آج تک کسی ایجنسی کی طرف سے کوئی دھمکی نہیں ملی، نہ حملہ ہوا کہ اس کی آواز خاموش ہو جائے۔ جب آئی ایس آئی کے ڈی جی جنرل پاشا تھے تو حامد میر کو ان سے شکایت تھی۔ اب جنرل ظہیر آئے تو حامد میر صاحب اُن کو قاتل سمجھتے ہیں۔ آئی ایس آئی کے ڈی جی کے پاس حامد میر کے علاوہ کوئی ایجنڈا نہیں۔ حامد میر کے گزشتہ کالموں پر بنظر غائر توجہ کی جائے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے مسنگ پرسنز، بلوچستان ایشو اور پرویز مشرف کو فوج اور آئی ایس آئی پر الزام تراشی، انگشت نمائی اور کیچڑ اچھالنے کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بغیر ثبوت ایجنسی اور فوج کو مورد الزام ٹھہرانا متعصبانہ صحافت اور کلمکاری ہے، لیکن اس بات کو حامد میر نے ''جمہوریت'' کی ''بالادستی'' کا 'جہاد' بنایا ہوا تھا۔ یعنی بقول شخصے ''منتخب آمریت'' کے کرتوتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے حامد میر محض ''خاکی آمریت'' کی یکطرفہ مذمت سے اپنے سینے کو تمغوں سے سجا رہے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آئی ایس آئی قیادت اُس کو ختم کرنے پر تُل گئی ہو گی۔

کچھ عرصہ سے ''آزادی اظہار رائے'' کے نام پر جیو نے بے حیائی، فحاشی اور اسلام کو مسخ کرنے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے کون کہے گا کہ حامد میر سچ، حق کی صحافت کر رہے ہیں۔ سوات سے ملنے والی جعلی ویڈیو کو بنیاد بنا کر جیو نے آسمان سر پر اٹھایا تھا، لیکن کچھ عرصہ پہلے پشاور کے واقعے پر جیو کو سانپ سونگھ گیا۔ حامد میر کی آزادی رائے اور ''سچ'' کی تلاش کی تڑپ اس وقت کہاں دفن ہو گئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ جیو ٹی وی کے اسلام کو مسخ کرنے سے حامد میر کا براہ راست یا بلاواسطہ تعلق ہے، بلکہ ملالہ یوسف زئی کے پردے میں حامد میر نے طالبان کو بدنام اور اسلام کو مسخ کرنے کی سعی مذموم کی۔ جیسے ملالہ کے منہ میں ملالہ کے باپ نے اپنے سیکولر، لبرل نظریات ڈالے، ایسے ہی حامد میر نے درحقیقت ملالہ کے لبادے میں سیکولر، لبرل قوتوں کو اسلام کی جگ ہنسائی، ٹھٹھے ٹھٹھول اور تضحیک کا کھلا موقع دیا اور جب ملالہ کی کتاب کے بعد بلی تھیلے سے باہر آئی تو حامد میر کو سانپ سونگھ گیا۔

طالبان جو نو سال کی بچی ملالہ کو گولیاں مار سکتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بچی ''اسلام کو بدنام'' کر رہی ہے، کیا وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ملالہ کے پردے میں جیو ٹی وی اور حامد میر ''کس اسلام کی خدمت'' کر رہے ہیں؟ وہ اپنے معاملات میں مصروف ہوئے ہوں گے یا موقع کا انتظار کر رہے ہوں گے جواب آ کر ملا ہو گا۔ پنجابی کی کہاوت کو اُردو میں ترجمہ کروں گا: کہنا بیٹی کو، سنانا بہو کو' کے طریقے کو حامد میر نے اپنایا، سامنے ملالہ، بدنام طالبان اور اسلام۔

اس پر حامد میر نے اپنے ممکنہ قتل کو آئی ایس آئی پر اس لیے تھوپ دیا کہ

☆ فوج کو بدنام کر کے اور اصل دشمن کو چھپا کر، اپنے لباس سے سیکولر اور لبرل کے دھبے کو دھو ڈالے۔

☆ غیر ملکی طاقتیں جمہوریت کو پسند کرتی ہیں، لہٰذا جمہوریت نوازی کا ثبوت فراہم اور فوج کی کردار کشی کی جائے اور شاباش لی جائے۔

☆ ''منتخب آمریتوں'' کے نہ صرف عتاب سے بچا جائے بلکہ اپنے آپ کو ان کا حلیف ثابت کیا جائے اور جو انعامات اور اکرامات کی بارش ہوتی ہے وہ برستی رہے۔

دعوتِ دین اور داعی کا طرزِ عمل

راحیل گوہر
raheelgoher5@gmail.com

رسول برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ خوش وخرم رکھے اس شخص کو جس نے مجھ سے کوئی بات سنی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا'' (ابن ماجہ، المقدمہ، من بلغ علماً)

اسلام میں ہر عمل کا ایک پیمانہ، ایک مقام اور ایک خاص درجہ مقرر ہے۔ انسان کے کچھ اعمال کی اہمیت وافادیت دنیاوی اعتبار سے ہے تو کچھ دین کے تقاضوں کے پیشِ نظر برتری اور فضیلت کے حامل ہیں۔ لیکن چند اعمال ایسے بھی ہیں جن کو کرنے سے دیگر تمام کاموں کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے، اور اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں، اس لیے اس کی تعلیمات پر خود عمل کرنا اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینا، تمام نیکیوں اور خیر کے کاموں کی کفایت کرنے کے مترادف ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام امن وسلامتی، رواداری اور بھائی چارے کا دین ہے، تو سارے انسانی رویے، انسانی خدمت اور فلاحی کام دین کا ہی حصہ بن جاتے ہیں۔ گویا معاملہ انفرادی سطح کا ہو یا اجتماعی اعتبار سے پوری انسانیت کا، ان سب کا حل ایک ہی ہے اور وہ ہے... اسلام کا پھیلاؤ اور اس پر شعوری احساس کے ساتھ عمل پیہم!

چنانچہ تمام احسن، اعلیٰ اور قابلِ تحسین اعمال کا صدور اسی وقت ممکن ہے جب انسان خود بھی دین کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتا رہے۔ اور یہ کام محض ایک مشغلہ نہیں ہے بلکہ بحیثیت ایک مسلمان دینی فریضہ بھی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران 110) ''(مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کی (اصلاح وہدایت) کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم لوگوں کو بھلے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو''۔ گویا ایک مسلمان پر تو یہ فرض ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کے کاموں کی نصیحت کرے اور بُرے کاموں سے روکے۔ اور یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے، جب امتِ مسلمہ کا ہر فرد خود کو دینِ اسلام کا داعی سمجھے۔ اور اپنے مرتبے اور مقام کو پہچانے۔ اس فرض کی ادائی میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ بفحوائے قرآن: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (التوبہ:71) ''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں جو بھلے کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔''

نیکی کے کاموں کی نصیحت اور بُرے کاموں سے روکنے سے غفلت پر اللہ کے رسول ﷺ نے سخت سرزنش کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''(اے اہلِ ایمان!) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم پر لازم ہے اور تم کو تاکید ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو، یا پھر ایسا ہوگا کہ (اس معاملے میں تمہاری کوتاہی کی وجہ سے) اللہ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعائیں کرو گے اور تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔'' (جامع ترمذی) ایک اور مقام پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس بندے نے کسی نیکی کے راستے کی طرف (لوگوں کو) دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے اجروں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی بات مان کر نیکی کے اس راستے پر چلیں گے اور عمل کریں گے اور اس کی وجہ سے ان کے عمل کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ (اور اسی طرح) جس نے (لوگوں کو کسی گمراہی (اور بدعملی) کی دعوت دی تو اس داعی کو ان سب کے لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا، جو اس کی دعوت پر اس گمراہی اور بدعملی کے مرتکب ہوں گے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں کے گناہوں میں (اور ان کے عذاب میں) کوئی کمی نہ ہوگی'' (صحیح مسلم)

دعوتِ دین کے کام میں ایک داعی کے فکر وعمل، اس کے عقیدے کی پختگی، اس کا ذاتی کردار، اس کی نشست و برخاست، معاملات میں شفافیت، اس کے قلب وذہن کا ترفع اور اس کے قول وفعل میں مطابقت کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کا محض اپنا عمل ہی ایک قسم کی خاموش تبلیغ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ہم اپنے اچھے یا برے عمل سے یا تو کسی کو دین سے قریب کر رہے ہوتے ہیں یا اس کو دین سے دور کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جب ہم دین کے داعی بن کر کھڑے ہوتے ہیں تو لوگوں کی دور رس نظریں ہمارے حرکت وسکون کا بغور جائزہ لے رہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ دعوتِ دین کی اس کٹھن راہ میں تن کر کھڑے رہنا، تواصی بالصبر اور تواصی بالحق کے مراحل سے خنداں پیشانی سے گزرنا انتہائی اولوالعزمی اور عزیمت کا مقام ہے۔ اس راہ میں کڑے سے کڑے امتحان کے موقع پر بھی پائے استقلال میں لرزش نہ آنے پائے۔ یہی ایک داعی حق وصداقت کی امتیازی شان ہے۔

داعی کے اوصاف میں ایک اہم چیز حکمت وموعظت کا انداز بیان ہے۔ رسول کریم ﷺ کو بھی اسی اندازِ سخن کی تعلیم دی گئی تھی۔ ارشادِ ربانی ہوا: ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل 125) ''(اے نبیؐ!) آپؐ (لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے ایسے طریقہ مباحثہ کیجیے جو بہترین ہو۔''

دعوتِ دین کے لیے داعی کے اندر جذبۂ محبت، ایثار و قربانی، لب ولہجہ میں مٹھاس اور مخاطب کی تکلیف دہ باتوں سے درگزر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اصل خوبی ہی حسنِ اخلاق ہے۔ یہ حسنِ اخلاق کا ہی نتیجہ تھا کہ اسلام کے کٹر دشمن بھی آپؐ کے سلوک اور رویے سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو جاتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔'' گویا ایمان اور اخلاق لازم وملزوم ہیں۔ اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی کچھ تلخ باتوں اور ناخوشگوار رویوں کا مظاہرہ ہو جاتا ہے، ایسے موقع پر ایک داعی کا فرض ہے کہ وہ اجتماعی مفادات کے پیشِ نظر اعلیٰ ظرفی اور صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے ان چیزوں سے صرفِ نظر کرے۔

ایک داعی کے لیے یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ اسے حالاتِ حاضرہ سے پوری واقفیت ہو۔ اس کے ملک میں، اس کے شہر میں اور دیگر ممالک میں خاص طور پر جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں، وہاں ان کی معاشی، سیاسی اور سماجی حالت (status) کیا ہے۔ اور ان حالات کی بہتری اور سدھار کے لیے کیا لائحہ عمل مناسب ہوگا، یہ نظم کے تحت مشاورت سے طے کیا جا سکتا ہے۔ اس امر کو ہمیشہ مدنظر رکھنا لازمی ہے کہ ہمارے اردگرد کیا ہو رہا ہے اور اس کے اثرات کس حد تک ہمارے مقصد کے لیے مفید یا مضر ثابت ہو سکتے ہیں۔ جو جماعت یا اس کے داعی وقت کی رفتار کا گہری نظروں سے جائزہ نہیں لیتے ان کی حیثیت معاشرے میں صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ وہ نہ اپنے انفرادی معاملات میں کامیاب ہو پاتے

ہیں اور نہ من حیث القوم کوئی کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ داعی کو ابتداً معاشرے کے ان طبقات پر اپنی توجہ کو مرکوز (focus) کرنا چاہیے جن کی فکری اور نظری قیادت و سیادت میں معاشرے کا پورا نظام چل رہا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں یہ طبقات ایک انتہائی مؤثر عامل ہوتے ہیں۔ اگر یہ اپنا جغرافیہ بدل لیں تو معاشرے کی ہیئت اجتماعیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔ انبیاء کرام اور خود اللہ کے رسولؐ کا طریقۂ تبلیغ بھی یہی رہا ہے۔ اور یہی ہر داعی کی ترجیحات میں ہونا ضروری ہے۔

امیر کی اطاعت اور نظم کی پابندی ہر داعی کے لیے شرط اول ہے۔ بسا اوقات نظم کی طرف سے آیا ہوا کوئی تقاضا طبیعت پر گراں گزرتا ہے، مگر اجتماعی مفادات کے پیش نظر اس تقاضے کی تکمیل لازمی ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ہی داعی کا امتحان اور اس کی نظم سے قلبی اور ذہنی وابستگی کا اصل پیمانہ (barometer) سامنے آتا ہے۔ چنانچہ ہر داعی کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ وہ کسی بھی نظم میں شامل ہونے سے پہلے خود کو ذہنی، قلبی اور فکری اعتبار سے تیار کرے۔ ورنہ کسی وقتی تقاضے کے تحت، جذبات سے مغلوب ہوکر، یا غیر ارادی طور پر کسی نظم کا حصہ بن جانا اور کسی جماعت کی رکنیت اختیار کر لینا، انسان کو زیادہ دور چلنے نہیں دیتا، اور اس کے پائے استقلال میں لرزش آنے لگتی ہے۔

دعوت کا عمل ایک جہد مسلسل کا نام ہے۔ کسی قسم کے احساس کمتری، بددلی، اور مدعو کی طرف سے سرد مہری، بے رخی و بے اعتنائی سے دل برداشتہ ہو جانا یا جی چھوڑ دینا اور اپنی کوششوں اور بھاگ دوڑ کو سعی لاحاصل سمجھ لینا، دعوت و تبلیغ کے اصل فلسفہ سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ دعوت و تبلیغ کے دوران جب بھی ایسا کوئی موقع پیش آئے تو داعی حق کو چاہئے کہ صبر و تحمل اور احساس استغناء کے ساتھ دعوت حق کے اس منہج کا بغور مطالعہ بھی کرتا رہے، جو داعی انقلاب رسول عربی ﷺ نے پورے شرح وبسط کے ساتھ ہمارے لیے ایک عظیم ورثہ کے طور پر چھوڑا ہے۔ اس منہج انقلاب نبویؐ کے صاف وشفاف آئینے میں نہ صرف ایک ہمہ گیر انقلاب کے خدوخال واضح ہوں گے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں کو اس محیر العقول اور دنیا کو انگشت بدنداں کر دینے والے انقلاب کے دوران کن صعوبتوں، سختیوں اور آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنا پڑا ہے اس کے نقوش بھی ابھر کر سامنے آجائیں گے اور حق کے پرستاروں کے سینوں میں دین کی حرارت پیدا کر دیں گے۔ دوسری طرف اس آئینہ صدق وصفا میں ایک داعی خود اپنے حوصلے، ہمت اور اپنی قوت ایمانی کا صحیح جائزہ بھی لے سکے گا کہ وہ اس آبلہ پائی کے صحرا میں کتنی دور چل سکتا ہے۔

دین کی دعوت دلوں میں ایمان ویقین کا بیج بونے کی کوشش ہے۔ اور جس طرح بیج کو ایک تناور اور پھل دار درخت بننے تک تازہ غذا، پانی اور آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے، اس طرح کسی بھی تنظیم یا جماعت کو اپنا وجود قائم رکھنے کے لیے رفقاء کی افرادی قوت کے ساتھ انفاق یعنی مالی اعانت بھی درکار ہوتی ہے، اور یہی دونوں چیزیں جماعت یا تنظیم کے برگ وبار کی نشوونما کے لیے اصل غذا ہیں۔ اور اس کی اہمیت و افادیت اس وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے جب معاملہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دیے ہوئے نظام کو عملی طور پر نافذ ورائج کرنے کی کوشش ہو۔ اس الہامی دستور حیات کے نفاذ میں طاغوتی قوتیں ہر محاذ پر اپنی ذریت کے ساتھ دیوار بنی کھڑی ہیں۔ اور یہ طاغوت، فکری، عملی اور مالی اعتبار سے حق کے علمبرداروں سے کہیں زیادہ مضبوط وتوانا ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی!

چنانچہ ایک داعی کو دعوت کے عمل کے ساتھ انفاق کی فکر بھی ہونی چاہیے۔ اس معاملے میں اکثر رفقاء سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کی اہمیت سے چشم پوشی اختیار کر جاتے ہیں۔ قرآن و سنت میں اس انفاق کی کئی مقامات پر ترغیب دی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝﴾ (البقرہ: 272) "اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہارے اپنے لیے ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرتے ہو۔ اور جو بھی مال و دولت تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی"۔ سورۃ البقرہ کی آیت 261 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ "جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہے اس کا اجر اس بھی بڑھا دیتا ہے اور اللہ بڑا فراخی والا اور جاننے والا ہے۔" حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم اللہ کے بھروسے پر اس کی راہ میں کشادہ دستی سے خرچ کرتی رہو اور گنو مت۔ اگر تم اس کی راہ میں اس طرح حساب کر کے دو گی تو وہ بھی تمہیں حساب ہی سے دے گا۔ اور دولت جوڑ جوڑ کر اور بند کر کے نہ رکھو، ورنہ اللہ تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ کرے گا۔ لہٰذا تھوڑا بہت جو کچھ بھی ہو سکے اور جس کی توفیق ملے اللہ کی راہ میں کشادہ دستی سے دیتی رہو۔" (متفق علیہ)

آج اللہ کا دین مغلوب ہے۔ باطل قوتیں اپنی علمی، فکری اور سائنسی مرعوبیت کے ساتھ دنیا کے طول وارض کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔ اور یہ امت مسلمہ خرافات میں کھو چکی ہے۔ حالات کی سنگینی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہر فرد اپنے اپنے دائرہ اختیار میں رہ کر داعی حق بن کر کھڑا ہو جائے۔ آج سے تقریباً پندرہ سو برس پہلے یہ ذمہ داری اس امت کے کاندھوں پر ڈال دی گئی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ آج یہ امت معصوم کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھ رہی ہے کہ خطرہ خود ہی ٹل جائے گا۔ اور قدرت اپنی حکمت سے اس امت کو آسودہ حال کر دے گی۔

ایک داعی حق کا فرض منصبی اللہ کے دین کو اپنی ذات سے لے کر دوسرے بھٹکے ہوئے انسانوں تک پہنچا دینا ہے۔ رہا معاملہ لوگوں کے ردّ و قبول کا، تو اللہ نے اس کا مکلف کسی کو نہیں بنایا۔ حتیٰ کہ اپنے رسولوں کو بھی نہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝﴾ (القصص: 56) "تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے"۔ ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (یوسف: 103) "اور اکثر لوگ، خواہ تم کتنا ہی چاہو، ایمان نہیں لائیں گے"۔

یہ اختیار اللہ ہی کے پاس ہے کہ جس کو چاہے ہدایت سے نواز دے اور جسے چاہے محروم رکھے۔ اور بلا شبہ اللہ ہدایت تو اسی کو دیتا ہے جو اس کا طالب ہو۔ ایک داعی کے ذمہ تو اللہ کے دین کو اخلاص نیت، رضائے الٰہی کے حصول، اور اقامت دین کی تڑپ کے ساتھ، بلاکم وکاست اس کے بندوں تک پہنچا دینا ہے۔ تاہم کسی کا دعوت کو قبول کر لینا، داعی کے لیے نہ کسی قسم کے فخر و مباہات کا باعث بنے اور نہ کسی کی ردّ دعوت پر اس کو دل برداشتہ ہونا چاہیے۔ بس وہ تو رسول کریم ﷺ کے اس قول مبارک پر نظر رکھے کہ "بلغوا عني ولو اٰيةً، یعنی پہنچاؤ میری طرف سے خواہ ایک ہی آیت ہو۔" اقامت دین کی جدوجہد کے راستے میں ایک داعی اس حقیقت کو ہمیشہ ذہن میں تازہ رکھے کہ لایعنی اور فضول سوچیں اور فکر و تردد کا احساس جتنا گہرا ہوتا جائے گا، ارادے اتنے ہی کمزور پڑتے جائیں گے۔

حامد میر پر قاتلانہ حملہ اور میڈیا کا کردار

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی

ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

سلمان غنی (ایگزیکٹو ایڈیٹر روزنامہ دنیا)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: فرقان دانش

سوال: کراچی میں جیو کے سینئر اینکر حامد میر قاتلانہ حملہ میں شدید زخمی ہوگئے۔ صحافیوں پر تسلسل سے حملے ہو رہے ہیں، پھر یہ کہ انہیں دھمکی بھی مل چکی تھی۔ حکومت اور جیو جیسے بڑے ادارے نے ان کے لیے حفاظتی اقدام کیوں نہیں کیے؟

سلمان غنی: صحافت ملک کے قومی مفادات سے مشروط ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں صحافت قومی مفادات سے بالاتر ہوتی جارہی ہے۔ جہاں تک حامد میر صاحب کا تعلق ہے، وہ یونیورسٹی میں میرے جونیئر رہے ہیں۔ میں اس واقعہ کی ہر حوالے سے مذمت کرتا ہوں۔ یہ پاکستان میں آزادیٔ اظہار اور خاص طور پر آزادیٔ صحافت پر اثر انداز ہونے کی کوشش ہے۔ ہمارے معاشرے کے اندر شدت پسندی بڑھ رہی ہے۔ دہشت گردی کے رجحان میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ ولی خان بابر کے حوالے سے پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ کراچی میں بہت سے سیاسی گروپس ہیں جنھوں نے عسکری ونگ بنا رکھے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان میں قانون کی بالادستی قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ خود ہمارے حکمران اور حکومتیں ہیں، جو اپنے سیاسی مفادات کی تکمیل کے لیے نہ صرف جرائم پیشہ عناصر اور ٹارگٹ کلرز کو پروموٹ کرتے ہیں بلکہ ان کی سرگرمیوں سے صرف نظر بھی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں ہر طرف قانون کی دھجیاں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جہاں تک صحافیوں کی مشکلات کی بات ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ صحافیوں کو Threats موجود ہیں۔ یہ Threats دہشت گرد اور انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے ہیں۔ یہ سب کچھ منصوبے کے تحت ہے اور یہ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش ہے۔ اب ایک نیا رجحان سامنے آیا ہے۔ ماضی میں ہمارے کچھ اداروں کو ٹارگٹ انڈیا کرتا تھا۔ خاص طور پر اُسے ISI کھٹکتی تھی اور اس کی بڑی واضح وجہ ہے کہ جب تک دشمن یہاں کی فوج کو غیر مستحکم نہیں کریں گے، اُن کا ایجنڈا آگے نہیں بڑھ سکتا۔ پاکستان ایک نیوکلیئر پاور ہے۔ ہمارا نیوکلیئر پروگرام دشمن کو کھٹکتا ہے۔ کیوں کھٹکتا ہے، یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ محبِ وطن فورسز اور محبِ وطن سیاسی جماعتوں کو بڑی خوبصورتی سے یہاں ختم کیا گیا۔ اب ایک بڑی فورس پاک فوج رہ گئی ہے۔ یہ بھی دشمن کے ٹارگٹ پر ہے۔ ہم جب تک اپنے نظریاتی تشخص کے ساتھ وابستہ نہیں ہوں گے، پاکستان کے لیے خطرات بڑھتے رہیں گے۔ جہاں تک صحافت کی بات ہے، یہ ایک جدوجہد کی علامت ہوتی ہے۔ ہم لوگ جس معاشرے میں رہ رہے ہیں کسی کو کچھ پتا نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کیا ہو جائے گا۔ تاہم ہمیں اپنے نظریات اور خیالات کے حوالے سے یکسو رہنا چاہیے۔ کئی صحافی دہشت گردی کی نذر ہو گئے، لیکن دہشت گردی کی وجہ سے آزادیٔ صحافت پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنی زیادہ صحافت کی اہمیت اور حیثیت بڑھ رہی ہے، اتنی زیادہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آزادی صحافت کی حفاظت کریں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اس آزادی کا کچھ اور انداز سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے میں استحکام آنے کی بجائے عدم استحکام پیدا ہو رہا ہے اور انتشار بڑھ رہا ہے۔ اس لیے جہاں حکومت کو صحافیوں کی حفاظت یقینی بنانی چاہیے، وہاں صحافیوں کو بھی آزادی کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ملکی سلامتی اور داخلی امن و سکون کو ہر حال میں اوّلین ترجیح دینا چاہیے۔

سوال: حامد میر کی فیملی اور ان کے میڈیا گروپ کی طرف سے ISI کو اس واقعہ میں ملوث کیوں کیا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک حامد میر صاحب کے زخمی ہونے کا تعلق ہے وہ بہرحال ہمارے ایک مسلمان پاکستانی بھائی ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اس کا شدید دُکھ ہوا ہے۔ پاکستان کی اس حوالے سے بڑی بدنامی ہوئی ہے۔ کسی کافر (غیر حربی) کو بھی بلاوجہ نقصان پہنچانا ہمارے مذہب میں جائز نہیں گردانا گیا۔ اس واقعہ میں ایک عجیب بات نظر آئی ہے کہ جنگ گروپ ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ کراچی میں ان کے پاس بلٹ پروف گاڑیاں بھی ہیں۔ حامد میر صاحب کو Threat بھی تھی، پھر وہ کراچی جانے سے انکار بھی کر رہے تھے مگر انھیں اس پر راضی کیا گیا کہ وہ کراچی آئیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سب کے باوجود انھیں اتنے غیر محفوظ طریقے سے کیوں وہاں سے نکالا گیا۔ بہرحال جو کچھ ان کے ساتھ ہوا، ہمیں اس پر بہت افسوس ہے۔ جہاں تک ISI کا تعلق ہے، پہلی بات یہ ہے کہ عالمی سطح پر ISI نے پاکستان کے لیے شاندار کردار ادا کیا ہے۔ ان کا ماضی اور حال دونوں بہت شاندار ہیں۔ بہرحال جب لوگ کوئی کام کرتے ہیں تو ان سے اچھے کام بھی ہوتے ہیں اور برے کام بھی ہوتے ہیں۔ اس واقعہ میں ملوث کرنے کا بظاہر سبب یہ ہے کہ ISI کی شاندار کارکردگی کی وجہ سے ایک عرصے سے دنیا اُس کی دشمن بن گئی ہے۔ خاص طور پر اتحادِ ثلاثہ (امریکہ، بھارت اور اسرائیل) اس کے سخت دشمن ہیں۔ کیونکہ جو فرد یا ادارہ پاکستان کے دفاع کے معاملے میں جتنا چوکس ہوگا وہ ظاہر ہے دشمن کی نگاہ میں اتنا ہی کھٹکے گا۔ ممبئی کیس میں بھی فوری طور پر آئی ایس آئی کا نام لیا گیا تھا۔ اجمل قصاب کا مبینہ ''گھر'' سب سے پہلے اسی میڈیا گروپ نے دکھایا تھا۔ ہمارا میڈیا اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے ایسے معاملات میں مداخلت کرتا ہے، جس کا نتیجہ خرابی کی صورت میں نکلتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حامد میر کے بھائی عمر میر کو بغیر ثبوت

کے آئی ایس آئی چیف کا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔ تاہم اگر یہ ایک بھائی کے غیر محتاط جذبات تھے اور فوری طور پر اُن کے منہ سے کچھ باتیں نکل گئی تھیں تو میڈیا کا کام یہ تھا کہ احتیاط سے کام لیتا۔ جیو نے تو یہ سماں باندھا اور دنیا کو بتایا کہ ہماری خفیہ ایجنسی قاتل ہے اور یہ اسی طرح لوگوں کو سرعام قتل کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بغیر کسی ثبوت کے یہ بات کہہ دینا بہت بڑی زیادتی تھی۔ ایسا انھیں ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھا۔

سلمان غنی: صرف میڈیا کے ایک گروپ نے یہ کام کیا۔ 8 گھنٹے تک وہ آئی ایس آئی چیف کی تصویر بطور ملزم دکھاتے رہے۔ باقی میڈیا اس میں شامل نہیں تھا۔ وزیراعظم نواز شریف نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے کہ فوری طور پر ایک عدالتی کمیشن بنا دیا، جس میں تین ججز ہیں۔ یہ درست قدم ہے، کیونکہ اس معاملے کی تہہ تک جانا بہت ضروری ہے۔ اگر اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تو پاکستان کے ادارے اسی طرح ٹارگٹ بنتے رہیں گے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ پاکستان کا تمام میڈیا اس مہم میں فریق نہیں بنا۔ پہلے ہم مسلمان اور پاکستانی ہیں، جرنلسٹ ہم بعد میں ہیں، ہماری اپنی اقدار اور روایات ہیں۔ ان کے بھائی کی باتیں جس طرح چینل پر لائی گئیں اُس سے تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ یہ چینل کی پالیسی کا حصہ ہے۔ جس طرح ممبئی حملوں کے بعد فوری طور پر پاکستان کے خلاف محاذ کھول دیا گیا تھا اور وہ باتیں جو انڈیا اس وقت ISI کے حوالے سے کر رہا تھا، اس موقع پر وہ پاکستان میں ہوئی ہیں۔ جب یہ واقعہ ہوا اس وقت میں گجرات سے لاہور آ رہا تھا۔ انڈین چینلز مجھے بار بار کال کر رہے تھے کہ جناب حامد میر کے بھائی نے یہ کہہ دیا۔ میں نے کہا کہ پاکستان کے اندر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات میں ہمارے ہمسایہ ممالک ملوث ہیں اور ہماری ایجنسی کے پاس اس کے شواہد موجود ہیں۔ وہ یہ سن کر فوراً ہی میری گفتگو کاٹ دیتے۔ وہ اپنے قومی مفادات سے نہیں کھیلتے۔ جبکہ ہم اپنے قومی مفادات سے کھیلتے رہتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافیوں کو جو خطرات درپیش ہیں، اُن کے سدباب کے لیے حکومت کیا اقدامات کرے؟

سلمان غنی: سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ہر شہری کے جان و مال کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ قانون کی بالادستی قائم کرے اور جو لوگ بھی قانون پر اثر انداز ہو رہے ہیں ان پر قانون کا شکنجہ کسا جائے۔ صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت نے کچھ صحافیوں کے نام لیے تھے جن کو دھمکیاں مل رہی ہیں۔ ان میں حامد میر صاحب کا نام شامل تھا۔ پھر انھیں سکیورٹی کیوں نہیں دی گئی؟ پاکستان میں حکمرانوں اور اراکین اسمبلی کو بلٹ پروف گاڑیاں ملتی ہیں، انھیں کمانڈوز دیئے جاتے ہیں۔ آخر جرنلسٹ کی حفاظت کا انتظام کیوں نہیں کیا جاتا۔ وہ بھی تو اپنی ذمہ داری ادا کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو Threats ہیں، گورنمنٹ ان کی سکیورٹی کا بطور خاص بندوبست کرے۔ لیکن میں پھر عرض کروں گا کہ آپ کس کس کی سکیورٹی کا بندوبست کریں گے۔ جن لوگوں کو حکومت چلانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے ان کو چاہیے کہ وہ تمام عوام کے جان و مال کا تحفظ کریں۔ اس کا بنیادی طریقہ یہی ہے کہ آپ پاکستان کے اندر قانون کی حکمرانی یقینی بنائیں۔ مجھے پچھلے دنوں وزیراعظم کے ساتھ ہالینڈ جانے کا اتفاق ہوا۔ جس ہوٹل میں 53 ملکوں کے سربراہان مملکت رہائش پذیر تھے، اس کے باہر پولیس کے صرف دو سپاہی تھے اور وہ بھی ٹریفک کنٹرول کر رہے تھے۔ جب کسی ریاست میں یہ بات یقینی بنائی گئی ہو کہ جو لوگ قانون پر اثرانداز ہوں گے ان کے خلاف قانون کا شکنجہ کسا جائے گا تو پھر ریاست کی رٹ قائم ہوتی ہے اور لوگوں کو تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ یہ جو واقعہ ہوا ہے، اس سے صرف صحافتی ادارے متاثر نہیں ہوئے بلکہ پاکستان میں سرمایہ کاری کا عمل بھی متاثر ہوا ہے۔ کئی بلین ڈالر کی سرمایہ کاری پاکستان میں ہو رہی تھی، اس واقعہ کے بعد وہ بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ نائن الیون کے بعد افغانستان میں انڈین اثر ورسوخ بہت بڑھ چکا ہے۔ کیا وہ اس واقعہ کو استعمال نہیں کریں گے۔ آج دنیا بھر میں اس واقعہ کو سب سے زیادہ انڈین میڈیا Exploit کر رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: عام آدمی کا مطمحِ نظر یہ ہوتا ہے کہ میری بنیادی ضروریات پوری ہونی چاہئیں۔ اگر جمہوری حکومت عوام کی بنیادی ضرورت پوری نہیں کر رہی، سکیورٹی کا مسئلہ حل نہیں کر رہی، امن وامان کا مسئلہ حل نہیں کر رہی تو ہمارے ہاں یہ بھی ہوا ہے کہ لوگوں نے باقاعدہ سڑکوں پر آ کر فوج کو دعوت دی ہے۔ اگرچہ یہ بات غلط ہے لیکن ہمارے سیاست دانوں کی اپنی غلطی، ان کی اقرباپروری، ان کی رشوت خوری اور ان کی بدکرداری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

سوال: کچھ لوگوں کی رائے میں یہ حملہ ملالہ یوسف زئی پر حملہ جیسا ہے جس کے ذریعے پاکستان کو دنیا بھر میں بدنام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ یہ بات کس حد تک درست ہے؟

سلمان غنی: مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب ملالہ یوسف زئی والا واقعہ ہوا، اس وقت حقانی نیٹ ورک ٹارگٹ پر تھا اور مجھے معلوم ہے کہ پاکستان پر کتنا پریشر تھا، کیونکہ اس وقت میں اپنے چینل پر بیٹھا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ یہ حقانی نیٹ ورک کے خلاف سازش ہے۔ ملالہ یوسف زئی ہماری بچیوں کی طرح ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آج کئی روز ہو چکے ہیں، لیکن ایف آئی آر درج نہیں ہوئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر مدعی ایف آئی آر درج نہیں کراتا تو پولیس کو خود روزنامچے میں اندراج کرنا ہوتا ہے۔ وہ روزنامچہ خالی رکھا گیا ہے۔ یہ ایک بڑی پلاننگ کا حصہ لگتا ہے۔ آپ پہلے اس معاملے میں یکسو ہوں کہ پاکستان کس کے ٹارگٹ پر ہے۔ پاکستان کے نظریے کو ٹارگٹ کس نے کیا ہے۔ پاکستان کا نیوکلیئر پروگرام کس کو کھٹکتا ہے؟ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن ملک تو ہمیں بنایا گیا، لیکن امریکہ نے اپنا وزن ہندوستان کے پلڑے میں ڈالا۔ ہمیں اپنے دوست اور دشمن کی تمیز نہیں ہے۔ ہم ووٹ پاکستانی عوام سے لیتے رہے اور دیکھتے واشنگٹن کی طرف رہے۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ امریکہ پاکستان کے ساتھ مخلصانہ تعلق استوار کرے گا، وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اتحادِ ثلاثہ کا ٹارگٹ ہمارا نیوکلیئر پروگرام ہے۔ یہ ساری صورت حال اس لیے پیش آ رہی ہے کہ وہ ہمارے نیوکلیئر ہتھیار اُٹھا کر لے جانا چاہتے ہیں اور ہم سب اس عمل میں ان کی معاونت کر رہے ہیں۔ ہم انڈیا کے چینلز کو کہتے ہیں کہ وہ پاکستان کی جگ ہنسائی کر رہے ہیں لیکن ہم خود ان سے کم تو نہیں۔ میں جیو کو بطور ادارے کے چیلنج نہیں کر رہا بلکہ اس کی پالیسی کو چیلنج کر رہا ہوں۔ اگرچہ بعد میں انھوں نے وضاحت کر دی ہے۔ پہلی دفعہ وضاحت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شروع کی گئی ہے۔ یہاں تک نوبت کیوں آئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملالہ یوسف زئی کے بعد اب یہ جو واقعہ ہوا ہے، اس میں جو صورت حال بنتی نظر آ رہی ہے وہ پاکستان اور ہمارے

اداروں کے حوالے سے اچھی نہیں ہے۔ جس روز حامد میر کو ٹارگٹ کیا گیا ہے، میں نے پاکستان کے اہم لوگوں کو پیغام بھیجا ہے کہ یہ ہمارے لیے بھی خطرناک ہے، حکومت اور جمہوریت کے لیے بھی خطرناک ہے۔ ہم سب کو مل کر ایک مثبت رول ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنے اپنے مقاصد تک محدود رہتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔ اگر یہ ملک رہے گا تو ہماری صحافت رہے گی۔ پاکستان رہے گا تو سیاست رہے گی، حکومت رہے گی۔ ہمیں اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے اور پورا سچ بولنا چاہیے، آدھا سچ بولنا بند کرنا چاہیے۔

سوال: جیو ٹی وی تقریباً 8 گھنٹے تک آئی ایس آئی چیف کی تصویر دکھا کر بغیر ثبوت ان پر قاتلانہ حملے کا الزام لگاتا رہا اور اہم ترین قومی ادارے کو پوری دنیا میں بدنام کرتا رہا۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت پیمرا کہاں تھا۔ پھر قانون فوری حرکت میں کیوں نہیں آیا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ جو آئی ایس آئی چیف صاحب کی فوٹو بار بار دکھائی گئی ہے اس پر قانونی گرفت ہونی چاہیے۔ جب ہم آزادیٔ صحافت کی بات کرتے ہیں تو یورپ اور امریکہ کی مثال دیتے ہیں۔ کیا وہاں پر اس طرح کی باتوں پر اخبارات بند نہیں کیے جاتے؟ جب قانون کی خلاف ورزی ہو تو قانون کے ذریعے سکھانا چاہیے کہ کیا ہونا چاہیے۔

سلمان غنی: میں اس میں اضافہ کروں گا۔ ہر آنے والے دن میں میڈیا کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔ اس کی حفاظت بھی ہمیں خود کرنی ہے۔ اگر ایک طرف ہم کہتے ہیں کہ حکومت ہم پر پابندیاں لاگو نہیں کر سکتی تو پھر کچھ ضابطۂ اخلاق ہمیں خود تیار کر کے اس کی پابندی کرنی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنا اندرونی احتساب شروع کر لیں تو باہر سے کوئی ہم پر پابندی نہ لگا سکے گا۔ پاکستان جمہوریت کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ پاکستان اگر آج قائم ہے تو اس کے پیچھے دو چیزیں ہیں، ایک جمہوریت اور دوسری فوج۔ وفاق اور پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے دونوں کا کردار بہت اہم ہے۔ اگرچہ نواز شریف اور ان کی پارٹی آج اینٹی اسٹیبلشمنٹ رول ادا کر رہی ہے، سیاسی پارٹیاں بھی ان کو سپورٹ کر رہی ہیں۔ ایک طرف یہ سلسلہ ہے لیکن دوسری طرف میں محسوس کرتا ہوں کہ لاپتہ افراد کے حوالے سے تحفظ پاکستان آرڈیننس کے ذریعے حکومت نے فوج کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ اس میں یہی لوگ پھنس رہے تھے۔ نواز شریف صاحب ہمارے مفادات کے کسٹوڈین ہیں۔ حکومت کسی کی ہو، پاکستان کی سلامتی کی ذمہ دار ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے ادارے آئی ایس آئی ہو، میڈیا گروپس ہوں یا دیگر ادارے جب تک اپنے اپنے مقاصد تک محدود نہیں رہیں گے، یہ صورت حال پیدا ہوتی رہے گی۔

سوال: کیا ہماری مرکزی اور صوبائی حکومتیں واقعے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالتی رہیں گی یا Culprits تک پہنچنے کی کوشش بھی کریں گی؟

سلمان غنی: یہ بات تکنیکی طور پر درست ہے کہ ایک واقعہ جب کراچی میں ہوا تو اس کی ایف آئی آر کاٹنا، اس واقعہ کی تحقیقات کرنا سندھ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس واقعہ کے اثرات سندھ یا کراچی تک محدود نہیں ہیں، پورے پاکستان پر اس کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کے اثرات پاکستان کی ڈیموکریسی پر مرتب ہوئے ہیں، پاکستان کی صحافت پر آئے ہیں، پاکستان میں سرمایہ کاری پر آئے ہیں۔ اس سے پاکستان کی گورننس متاثر ہوئی ہے۔ اس واقعہ سے پہلے کراچی میں ہزاروں افراد ٹارگٹ کلنگ کی نذر ہو چکے ہیں۔ آپ کس کس کا رونا روئیں گے۔ کیا پاکستان کے اندر عدالتی سسٹم ڈلیور کر رہا ہے۔ اگر عدالتی سسٹم ڈلیور کر رہا ہوتا تو یہ صورتِ حال نہ ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ادارے زوال کا شکار ہیں۔ چند سال پہلے پاکستانی عوام کی باقاعدہ تحریک کے ذریعے آزاد عدلیہ کا قیام عمل میں آیا۔ چیف جسٹس صاحب بحال ہوئے۔ کیا چیف جسٹس صاحب نے پاکستان کے اندر اچھی روایات قائم کیں۔ ہماری کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم کبھی جمہوریت کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں۔ کبھی آزاد عدلیہ کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں اور جب اس کے نتائج سامنے آتے ہیں تو عوام کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ آج تک آزاد عدلیہ کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچے۔ جرائم پیشہ لوگ، مافیا گروپس دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ کوئی ان پر ہاتھ ڈالنے والا نہیں ہے۔ موجودہ حالات میں نواز شریف کی ذمہ داری زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر سیاسی پارٹیاں طالبان سے مذاکرات، پاکستان میں گورننس، سرمایہ کاری اور روزگار کے حوالے سے نواز شریف کے ساتھ کھڑی ہیں تو نواز شریف کو چاہیے کہ وہ بڑے فیصلے کریں۔ انھیں ان معاملات میں دفاعی انداز اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر جمہوریت کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ پاکستان کا نقصان ہوگا۔

سوال: کیا عدالتی کمیشن حامد میر پر قاتلانہ حملہ کرنے والوں تک پہنچ پائے گا یا اس کمیشن کا حشر بھی لیاقت علی خان سے لے کر بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کی تلاش میں بننے والے کمیشنوں جیسا ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے جتنے بھی حکمران قتل ہوئے ہیں وہ چاہے لیاقت علی خان ہوں، ضیاء الحق یا بے نظیر بھٹو ہوں، اُن کے قتل میں اگرچہ مقامی لوگ ملوث ہو سکتے ہیں، لیکن یہ سازشیں بیرونی سطح پر تیار ہوئی تھیں۔ بیرونی سازش کو مقامی سطح پر بے نقاب نہیں کیا جا سکتا۔ آپ دیکھیں، ضیاء الحق صاحب کے حادثہ کو ساری دنیا کہتی ہے کہ یہ سازش تھی۔ ان کے بیٹے وزیر بنتے ہیں لیکن وہ بھی بے بس نظر آتے ہیں۔ بے نظیر کے خاوند صدر پاکستان بنتے ہیں، لیکن ان کے ہاتھ بندھے نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ تو حکمران تھے۔ جبکہ حامد میر صاحب حکمران تو نہیں تھے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ کنگ میکرز میں آ چکے تھے۔ عین ممکن ہے یہ حادثہ بھی عالمی سازش ہو۔ سلمان غنی صاحب نے مختلف چیزیں گنوائی ہیں کہ عوام کو عدلیہ کی بحالی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جمہوریت کے فائدے عوام تک نہیں پہنچ رہے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے۔ ہمارے ادارے کیوں زوال پذیر ہیں۔ میں اس کی وجہ یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے نظریہ پاکستان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔ جب تک نظریہ پاکستان کو عملی تعبیر نہیں دیں گے، ہم اسی طرح ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اصل میں ہم ڈی ٹریک ہو گئے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے ایک پلاٹ حاصل کیا جس کی بنیادیں شمال میں کھودی گئیں اور بلڈنگ جنوب میں کھڑی کر دی گئی۔ اس بلڈنگ کا جو حال ہوگا وہی ہمارا ہو رہا ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کے لیے نظریہ پاکستان یعنی اسلام سے حقیقی وابستگی ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

جنسی زیادتی کے بڑھتے واقعات

کچھ علاج اس کا اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کے نام
ہمشیرہ حافظ نوید احمد کا کھلا خط

محترم وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات نے آپ کو اقتدار عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اختیار واقتدار پانے والے لوگوں کی ذمہ داریاں بیان کرتا ہے کہ ہم جب اپنے بندوں کو زمین پر اقتدار یعنی حکومت عطا کرتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں۔اس ارشاد ربانی کی رُو سے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں اقامت صلوٰۃ، نیکیوں کا فروغ اور برائیوں کا سد باب آپ کی اولین ذمہ داری ہے۔لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس جانب آپ کی توجہ نہیں ہے۔

چند ماہ سے ارض پاک میں رونما ہونے والی عصمت دری کی داستانوں نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔

محترم وزیر اعظم !صرف ایک ''مریم'' ہی آپ کی بیٹی نہیں، بلکہ پاکستان میں رہنے والی ہر بیٹی آپ کی ''مریم'' ہے۔خواہ وہ چنیوٹ کی سمیعہ بی بی ہو،مظفر گڑھ کی آمنہ ہو،لیّہ کی حسینہ بی بی ہو یا اندرون سندھ کی ہاجرہ۔ظلم تو یہ ہے کہ تین سالہ بچی سے لے کر سات سالہ بچیوں تک کے ساتھ درندگی کے واقعات پیش آ رہے ہیں۔آخر ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ کیا آپ پسند کریں گے کہ ''مریم'' کا گھر سے نکلنا ہی عذاب بنا دیا جائے؟ میاں صاحب! ہم مسلمان وہ امت ہیں جسے اللہ رب العزت نے ''مسلم'' کا نام دیا ہے۔اُس نے سب اُمتوں میں سے ہمیں چنا اور ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے۔کیا جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے دُنیا کو راستی اور عدل وانصاف کے راستے پر گامزن کرنے والوں کا کردار اتنا کمزور ہوتا ہے کہ وہ شہوت کے ہاتھوں مغلوب ہو جائیں اور خواتین یہاں تک کہ تین سال کی معصوم بچیوں تک کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنانے لگیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ فرزندانِ اسلام تو پاکیزگی اور شرافت کا نمونہ ہوتے ہیں۔ وہ حیادار ہوتے ہیں۔ وہ عزتوں کے لٹیرے نہیں، محافظ ہوتے ہیں اور جنسی بے راہ روی کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے گھروں میں بھی کھنکھارتے ہوئے داخل ہوتے تھے، تاکہ گھر کی خواتین اپنی اوڑھنیاں درست کر لیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں مومن بندوں کی صفات کے تذکرے میں فرماتے ہیں کہ میرے بندے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور زنا کے قریب بھی نہیں جاتے۔

تو کیا پاکستان مسلمانوں کا ملک نہیں؟؟

ہمارے ہاں آئے روز جنسی زیادتی کے واقعات پیش آتے ہیں۔کیا یہ مسئلہ صرف وقتی طور پر وزراء اعلیٰ کے سخت نوٹس لے لینے سے حل ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں، اس کے لیے ہمیں شریعت کی روشنی میں سنجیدہ اقدامات کرنے ہوں گے۔ پاکستان میں کینسر اور پولیو جیسے مہلک امراض کے علاج لیے بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ پھر اتنی بڑی اخلاقی بیماری کے خاتمہ کے لیے کوئی مہم کیوں نہیں چلائی جاتی؟ قانون کا شکنجہ کسا کیوں نہیں جاتا؟ عزتوں سے کھیلنے والوں اور لٹیروں کو شرعی سزائیں دے کر بدکاری اور بے راہ روی کا سدِ باب کیوں نہیں کیا جاتا۔اس شیطنت اور درندگی پر اتنی خاموشی آخر کیوں؟ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ معاشرہ میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں وہ دنیا وآخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔آخرت میں تو اللہ انہیں سزا دے گا، دُنیا میں اُن کے گرد شکنجہ کسنا ہماری ذمہ داری ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ فحاشی کی تمام صورتوں کا قلع قمع کرے۔ بدکاری کے اڈے، جنسی جذبات اُبھارنے والے قصے، ڈرامے، اشعار، گانے، کلب، ہوٹل یا مخلوط محافل اور اشاعتِ فحش کے دیگر ذرائع ووسائل کا سدباب کرے، ورنہ ہمارا معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔

محترم وزیر اعظم! ہم جس دین کے پیروکار ہیں وہ برائی کے راستوں پر پہرے بٹھاتا ہے، تاکہ برائی جنم ہی نہ لے سکے۔اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اور آپ کے ہاتھ صرف پچھتاوا رہ جائے۔ خدارا! برائی اور فحاشی وعریانی کے سیلاب کے آگے بند باندھیے۔

میری یہ التجا ہے اس وطن کے حکمرانوں سے
خدارا روک لیں خود کو مغرب کی اڑانوں سے
کتاب اللہ کو سمجھیں ،حدود اللہ کو پہچانیں
نجات اپنی فقط اسلام کے احکام میں جانیں

میاں صاحب معاشرہ کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل اور تربیت کے لیے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔آپ سے التجا ہے کہ ان پر عمل درآمد کرائیے۔ یہ اقدامات معاشرہ کے سدھار میں بہت مدد معاون ثابت ہوں گے۔ان شاءاللہ

☆ میڈیا پر خواتین کو بلاضرورت اور بے پردہ لانے سے اجتناب کیا جائے۔

☆ میڈیا پر سنسر شپ کی پالیسی کو سخت کیا جائے۔

☆ بچیوں اور خواتین کے تیار شدہ ملبوسات اخلاقی دائرے میں ہوں۔

☆ خواتین کے ستر وحجاب کے معاملے میں قانون سازی کی جائے (جیسا کہ ایران میں 12 سال کی بچی کے لیے حجاب/اسکارف لازمی قرار دیا گیا ہے) اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے

☆ نصاب تعلیم کو اسلامی بنایا جائے۔ بالخصوص اسلامیات کا نصاب مؤثر اور معیاری بنایا جائے۔

☆ اسلامیات کو ہر جماعت میں اور ہر طرح کے کورس میں لازمی مضمون کا درجہ دیا جائے اور اس کے 100 نمبر رکھے جائیں۔

☆ جماعت اول سے بارھویں تک ''عربی'' کو لازمی قرار دیا جائے، تاکہ تعلیمی نظام سے گزرنے والا بچہ / بچی قرآن کو باآسانی سمجھ سکے۔

☆ میٹرک کی سطح پر کسی بھی صحابیؓ یا صحابیہؓ پر مقالہ لکھنا لازمی قرار دیا جائے، بصورت دیگر سرٹیفکیٹ روک لیا جائے۔

☆ جنسی آوارگی سے متعلق ہر قسم کی مصنوعات کی درآمد پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

☆ ہر قسم کے اخلاق سوز لٹریچر، بے ہودہ رسائل اور فلموں کی درآمد اور نشر واشاعت پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

یاد رکھیے! بے حیائی شیطان کا ہتھیار ہے۔ شیطان بڑے عیارانہ انداز سے فحاشی کو فروغ دیتا ہے۔اس کے لیے حیلے بہانے تراشتا ہے۔شیطان ایک فریبی اور دوغلہ دوست ہے۔اس کی دوستی سے پناہ مانگیں۔اُس کے راستے پر چلنے سے بچیں۔

میاں صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اقتدار عطا کر کے بہت بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔اقتدار آنی جانی شے ہے۔ اپنے منصب اور وقت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، اور ایک صحیح اسلامی مملکت کے حکمران کی حیثیت سے معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کی ذمہ داری ادا کریں۔آپ کے لیے آئیڈیل غیر مسلم حکمران نہیں، خلفائے راشدینؓ ہیں، جن میں سے ایک نے کہا تھا کہ ''اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کُتا بھی بھوکا مر گیا تو روز قیامت عمرؓ سے سوال ہوگا'' جبکہ یہاں تو بہت سی معصوم کلیوں کی آبروریزی کی جاتی اور بعد ازاں قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس سفاکی اور درندگی کا قلع قمع کون کرے گا۔آپ نہیں تو اور کون؟ خدارا! اپنے وطن کی بیٹیوں کی عزت وعصمت کے تحفظ کے لیے انتہائی اقدام اٹھائیں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں۔

آپ کے لیے دعا گو
ارض پاکستان کی ایک
''مریم''

فرقان دانش

غزلیات (بانگ درا)

گزشتہ سے پیوستہ

نہ پوچھا ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو — یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(خرقہ پوش: گدڑی پہننے والے، درویش)۔ (ارادت: عقیدت)۔ (ید بیضا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ، آپؑ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ سورج کی طرح روشن ہوتا)

شرح: ان گدڑی پہننے والوں کا حال کیا پوچھتے ہو؟ اگر ان سے عقیدت ہے تو انھیں دل کی آنکھ سے دیکھو۔ تجھے صاف نظر آ جائے گا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی آستینوں میں ید بیضا کا معجزہ لیے بیٹھے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ نبیوں کی طرح اللہ کے نیک بندے بھی مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا ہنر جانتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

....

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو — وہ رونق انجمن کی ہے انھیں خلوت گزینوں میں

(نگاہ نارسا: ظاہر کو دیکھنے والی نظر)۔ (خلوت گزیں: تنہائی میں رہنے والا)

مفہوم: جس حسن کا نظارہ کرنے کے لیے ظاہر بینوں کی نگاہیں ترس رہی ہیں، اس حسن کا جلوہ اُنھیں تنہائی میں بیٹھنے والے خدا شناسوں کی صحبت کی برکت سے نظر آ سکتا ہے۔

شرح: گر کوئی دردِ دل اور عشق الٰہی کا آرزومند ہے تو وہ حکم قرآنی ﴿كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ﴾ پر عمل کی صورت میں صادقین کے قرب کی برکت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

....

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو — کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

(خرمن: کھیت، کھلیان)۔ (خورشید قیامت: قیامت کے دن کا سورج)۔ (خوشہ چیں: خوشے چننے والا)

مفہوم: اپنے دل کا کھلیان کسی ایسی آگ میں پھونک ڈال کہ قیامت کے دن چمکنے والا سورج بھی تجھ سے حرارت طلب کرے۔

شرح: اے مسلمان! یادِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی چنگاری سے اپنے دل کو اس قدر گرم اور روشن کر لے کہ اس کے سامنے آفتابِ قیامت کی بھی کوئی حقیقت نہ رہے۔

....

محبت کے لیے دل ڈھونڈھ کوئی ٹوٹنے والا — یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

(آبگینہ: شیشے کا برتن)

مفہوم: محبت پیدا کرنے کے لیے ایسے دل کی ضرورت ہے جو شیشے کی طرح نازک ہو۔ محبت وہ شراب ہے جو باریک شیشے کے برتن یعنی دل میں ہی رکھی جا سکتی ہے۔

شرح: اگر کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی محبت حاصل کرنے کا خواہش مند ہے تو اسے پہلے اپنے دل میں سوز و گداز پیدا کر کے اسے اس قابل بنانا ہوگا کیونکہ شرابِ محبت ٹوٹے ہوئے دل ہی میں سما سکتی ہے۔

....

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حُسن کا عاشق — بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں؟

مفہوم: اے دل! کیا کوئی ایسا حسین بھی ہے کہ جس کا عاشق سر تا پا خود ہی حُسن بن جائے؟

شرح: اس شعر میں استفہام میں اثبات ہے کہ ایسا حسین رسول اکرم ﷺ کے سوا کوئی نہیں کیونکہ آپؐ کے عشق میں فنا ہونے والوں کو یہ بلند مقام حاصل ہوتا ہے کہ وہ سراپا حسن بن جاتے ہیں۔

....

پھڑک اُٹھا کوئی تیری ادائے مَا عَرَفْنَا پر — ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

شرح: اللہ کی معرفت یہ ہے کہ عارف کہہ اُٹھے کہ ”ما عرفناك حق معرفتك“ یعنی ہم نے تجھے اس طرح نہ پہچانا جس طرح پہچاننے کا حق تھا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ خالق کائنات کو آپؐ کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اس نے آپؐ کو وہ بلند مقام عطا کیا جو پہلے کسی کو نہ ملا یعنی آپؐ کو معراج کی رات عین اپنی ذات کی تجلی دکھائی۔ آج بھی معرفت کا یہی مقام سب سے بلند ہے کہ انسان کہہ اُٹھے کہ اے رب تیری معرفت کا حق ہم ادا نہیں کر سکتے۔

....

نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا — بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

مفہوم: فلسفی اور حکماء مدت سے آپؐ کی عظمت اور شان پر بحث و تمحیص کر رہے ہیں۔ اے محبوب خدا! ان منکروں کو اپنے جمال کی ایک جھلک دکھا دیجیے۔

شرح: کم نظر لوگ آپؐ کے بلند ترین مرتبے کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یعنی وہ آپؐ کو صرف ایک بہترین منظم یا بہترین حاکم اور جرنیل کی حیثیت سے عظیم تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ آپؐ کے محبوب خدا اور وجہ تخلیق کائنات ہونے کی حیثیت ان کی نظروں سے اوجھل ہے، کیونکہ ان میں سے اکثر خدا ہی کو نہیں مانتے۔ جو مانتے ہیں وہ آپؐ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے۔ آپؐ کے اس پہلو کو تسلیم کیے بغیر کوئی شخص بھی آپؐ کے مرتبے اور شان کا درست اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے علامہ اقبالؒ دعا گو ہیں کہ ان لوگوں کو آپؐ کے جمال کا یہ پہلو بھی نظر آ جائے۔

....

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا — ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شرح: اے دل! اگر تجھے عشق کی دولت حاصل ہو گئی ہے تو شور مچا کر دنیا کو نہ بتا بلکہ اس کو چھپا کر رکھ، کیونکہ عاشق چیخ و پکار نہیں کرتے۔ عشق و محبت کے سلیقوں اور قاعدوں کا پہلا سبق یہی ہے کہ با ادب رہا جائے۔ جو بے ادب ہے، وہ عاشق نہیں ہو سکتا۔ بے ادب بے نصیب، با ادب با نصیب!

....

برا سمجھوں انھیں؟ مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا — کہ میں خود بھی تو ہوں اقبالؔ اپنے نکتہ چینوں میں

شرح: اے اقبال! جو لوگ مجھ پر نکتہ چینی کرتے ہیں، میں انھیں برا سمجھوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں تو خود ہی اپنے آپ پر نکتہ چینی کرتا رہتا ہوں۔ عاشق کسی کو برا نہیں کہتے، حتیٰ کہ اپنے بدخواہوں کی بدگوئی کو بھی جرم سمجھتے ہیں۔ دراصل عاشق کو تصور محبوب سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ کسی اور طرف دھیان دے۔

حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

20اپریل2014ء کو حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع صبح آٹھ بجے تا دو پہر ایک بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے رفقاء کو اجتماع میں خوش آمدید کہا اور بروقت آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسے اجتماعات ہماری تربیت اور تزکیہ نفس کے لیے انتہائی اہم ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ خالصتاً رضائے الٰہی کے جذبے اور خلوص نیت کے ساتھ ان میں شرکت کی جائے۔ انہوں نے پروگرام کے مرکزی موضوع ''دنیا کے اے مسافر'' اور اس کی ترتیب سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا جس کی سعادت حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم توسیع دعوت عامر خان نے حاصل کی۔ انہوں نے سورۃ الحشر کے آخری رکوع کی روشنی میں فکرِ آخرت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ صالح اعمال کے لیے بہترین جذبہ محرکہ اللہ کا خوف ہے۔ یعنی انسان میں اللہ کا تقویٰ ہو۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کسی بھی عمل کی انجام دہی سے پہلے یہ خوب سوچے کہ اس سے صرف اللہ کی رضا کا مطلوب ہے یا اس کے پیچھے کوئی اور جذبہ کارفرما ہے۔ ان کے بعد حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم مکتبہ عبدالرزاق کوڈاوی نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں فکرِ آخرت پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے بے شمار ارشادات ایسے ہیں کہ جس میں آپؐ نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے حقیقی اور دائمی ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی انسان اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے تو جو تری انگلی پر لگی یہ دنیا کی زندگی ہے اور وہ ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر آخرت کی زندگی ہے۔

بعدازاں پانچ رفقاء نے سفرِ آخرت کے مختلف مراحل بیان کیے۔ بعدازاں رفقاء کے لیے چائے اور باہمی تعارف کے لیے وقفہ کیا گیا۔

وقفہ کے بعد شرکاء نے نظم ''دنیا کے اے مسافر'' کورنگی شرقی تنظیم کے نوعمر رفیق ابصار خان کی خوبصورت آواز میں سماعت کی۔ بعدازاں حلقہ کراچی جنوبی کے معتمد عبید احمد نے ''صحابہ کرامؓ اور فکرِ آخرت'' کے موضوع پر بیان میں سیرت صحابہؓ کے حوالے سے فکرِ آخرت اور جوابدہی کے چند واقعات بیان کیے۔ حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے ''متاعِ وقت اور فکرِ آخرت'' پر بذریعہ ملٹی میڈیا مذاکرہ کروایا۔ انہوں نے وقت کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک بندۂ مومن جو آخرت میں جوابدہی کا یقین رکھتا ہو اس سے ہرگز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی بھی ایسی سرگرمی میں حصہ لے جس سے آخرت میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ایک بندہ کے حسن اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو بھی ترک کردے جو لایعنی ہیں۔ حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے کتاب ''انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح کے لیے قرآن کا لائحہ عمل'' کا بذریعہ ملٹی میڈیا مطالعہ کروایا۔ ملکی و بین الاقوامی حالات کے تناظر میں ممکنہ طور پر آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات سے آگہی کے لیے امیر حلقہ کے مشیر خصوصی برائے حالات حاضرہ ثاقب رفیع شیخ نے موجودہ حالات پر گفتگو کی اور رفقاء کو ترغیب دلائی کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تنظیمی نقطۂ نظر سے آگاہ رہنے کے لیے تنظیمی جرائد کا مطالعہ اپنے اوپر لازم کرلیں۔ ان کے بعد امیر حلقہ نے ''علامات قیامت'' پر مختصر خطاب کیا اور اختتامی گفتگو کی۔ احوال قیامت اور اس کی نشانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کے حوالے سے قربِ قیامت رونما ہونے والی 15 ایسی برائیوں کا تذکرہ کیا جن کی وجہ سے اللہ کا عذاب مختلف صورتوں میں نازل ہوسکتا ہے۔ تذکیری بیان کے بعد انہوں نے آج کے پروگرام کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''دنیا کے اے مسافر'' ایک بروقت موضوع ہے۔ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جب تک انسان کا آخرت پر یقین پختہ نہیں ہو جاتا، تب تک اس کے عمل میں استقامت نہیں آسکتی۔ آج ہم میں سے بہت سے رفقاء کو علم تو ہے کہ دین ہم سے کیا تقاضے کرتا ہے لیکن عمل کی توفیق نہیں ہو پاتی۔ اس کی ایک اہم وجہ آخرت پر یقین میں کمی کا ہونا ہے۔ لہٰذا اسی ضرورت کے پیش نظر ہم نے باہمی مشاورت سے یہ طے کیا کہ فکرِ آخرت اور اس کے احوال سے رفقاء کو آگاہ کیا جائے اور رفقاء کے سامنے قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ تمام مراحل آجائیں جس سے سابقہ پیش آنا ہے۔ امیر حلقہ نے تمام مدرسین کی بھی تحسین کی کہ انہوں نے انتہائی محنت کے ساتھ، اپنی ذمہ داری سرانجام دی اور اللہ تعالیٰ سے اس کے بہترین اجر کے لیے دعا بھی کی۔ اسی دوران امیر حلقہ نے اسروں میں حاضری، انفاق کی باقاعدگی اور دورہ ترجمہ قرآن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے لیے بھی ترغیب و تشویق دلائی۔ اس اجتماع میں تقریباً 350 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ امیر حلقہ کی دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری محنتوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: محمد سہیل)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ ہمارے ادارہ قرآن اکیڈمی لاہور شعبہ مطبوعات کے مدیر، نائب مدیر ماہنامہ ''میثاق'' حافظ خالد محمود خضر کی ہمشیرہ راولپنڈی میں انتقال کرگئیں۔

☆ تنظیم اسلامی پشاور شہر کے ملتزم رفیق غلام مقصود کی ہمشیرہ بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔

☆ تنظیم اسلامی منڈی بہاؤالدین کے مبتدی رفیق حامد نواز کے بڑے بھائی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔

☆ نقیب اسرہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور غلام سرور جاوید کے برادر نسبتی گزشتہ روز انتقال کرگئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم وہاڑی کے رفیق غلام رسول کے چھوٹے بھائی بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی داروغہ والا (لاہور) تنویر حسین علوی کی والدہ انتقال کرگئیں۔

☆ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور تنظیم کے رفیق عمران کے والد انتقال کرگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ (آمین) قارئین سے بھی دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم ''ملتان غربی'' میں سعید اظہر عاصم کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ملتان غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 17 اپریل 2014ء میں مشورہ کے بعد سعید اظہر عاصم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

عبداللہ ابراہیم تنظیم اسلامی کے داخلی محاسب مقرر

داخلی محاسب کے تقرر کے لیے مرکزی شوریٰ کے ارکان سے تحریراً مشاورت کا اہتمام کیا گیا۔ بعدازاں مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 17 اپریل 2014ء میں اس پر مزید گفتگو ہوئی۔ امیر محترم نے مشورہ کے بعد ملتزم رفیق عبداللہ ابراہیم کو آئندہ دو سال (یعنی اپریل 2014ء تا مارچ 2016ء) کے لیے تنظیم اسلامی کا مرکزی محاسب مقرر فرمایا۔

Chief of Army Staff (COAS) speech far better than expectations

By Ansar Abbasi

ISLAMABAD: The army chief, General Raheel Sharif, made an excellent speech, far better than expectations, and much to the satisfaction of the nation. We hope he will stick to his words for the better future of Pakistan.

The general sounded like a true professional soldier, showed complete faith in democracy, talked about upholding the Constitution and the rule of law, appreciated the role of civil society and the media, and paid rich tributes to the role of the Pakistan Army, intelligence agencies and police, etc.

To the discomfort of India and the likes of Narendra Modi, General Sharif referred to Kashmir as the "jugular vein" of Pakistan and sent a clear message to India that though Pakistan does pursue the objective of peace, it could neither forget Kashmir nor put this major irritant between the two countries on the backburner. The only missing point, an important one, in the army chief's speech was Islam and the Islamic ideology. During the recent weeks, there have been ups and downs in the civil-military relationship, which led to a lot of gossiping about the "anger" and "uneasiness" in the military circles. But hearing the army chief in this fashion was like music to one's ears.

General Raheel showed his complete faith in democracy, the upholding of the Constitution and rule of law and insisted that this was the only way forward and the real path to the country's progress. Raheel insisted that all institutions of the state have to play their role in strengthening the system.

Such commitment to democracy, Constitution and the rule of law from the army chief would serve as a real shut up call to some of those retired generals/air marshals, etc, and some "informed" defense correspondents who, while quoting their sources hurl subtle threats on the behalf of army and create misunderstandings between the civilian and military leaderships. General Raheel's speech has proved one point that such retired generals/air marshals and journalists are not trustworthy. They are perhaps pursuing someone else's agenda to create rifts and invite troubles for Pakistan.

In the midst of the ongoing Geo-ISI controversy, General Raheel Sharif also chose to appreciate the role of civil society and the media. I had my fears that he might give a passing remark on the Geo-ISI controversy but he did not mention it at all. General Sharif was instead all praise for the role of the media. He also voiced his complete support to the freedom of press and responsible media. With such a man being the army chief, I do expect better handling of the situation arising out of the post-Hamid Mir attack Geo-ISI controversy.

As the anti-Pakistan and anti-Muslim BJP's extremist Narendra Modi, who is generally expected to be the next prime minister of India, recently talked of a possible May 2 Abbottabad like strike in Pakistan to target Dawood Ibrahim, the army chief, General Raheel, sent a clear message to India that no nonsense would be accepted by the Pakistan Army.

He instead made India feel uneasy by referring to Kashmir as the jugular vein of Pakistan. Raheel appreciated the sacrifices made by the people of held Kashmir and urged upon the need for resolving the issue in line with the UN resolutions and the desire of the Kashmiri people.

Raheel Sharif's speech, on the one hand, has won the acclaim of those struggling for the rule of law and upholding of the Constitution and, on the other hand, his words would give sleepless nights to Narendra Modi in India and those here trying to create a rift between the civilian and military leaderships.